تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

تصحیح نیت

مسلمانو! نیت سرفہرست ہے نہ کہ فہرست کے آخر میں اور جب صحیح نیت کی جائے تو اس کے پھل بھی صحیح ملتے ہیں اگرچہ وہ مادہ پرستوں کی نگاہوں میں ناکام اور اسباب ووسائل پر اعتماد کرنے والوں کی نظروں میں شکست خوردہ ہو، قدامت پرست اور رجعت پسند ہو اور سائنس اور علم وادب کے مبلغوں کی نظروں سے اوجھل ہو۔

مولانا سید محمد الحسنی ندوی

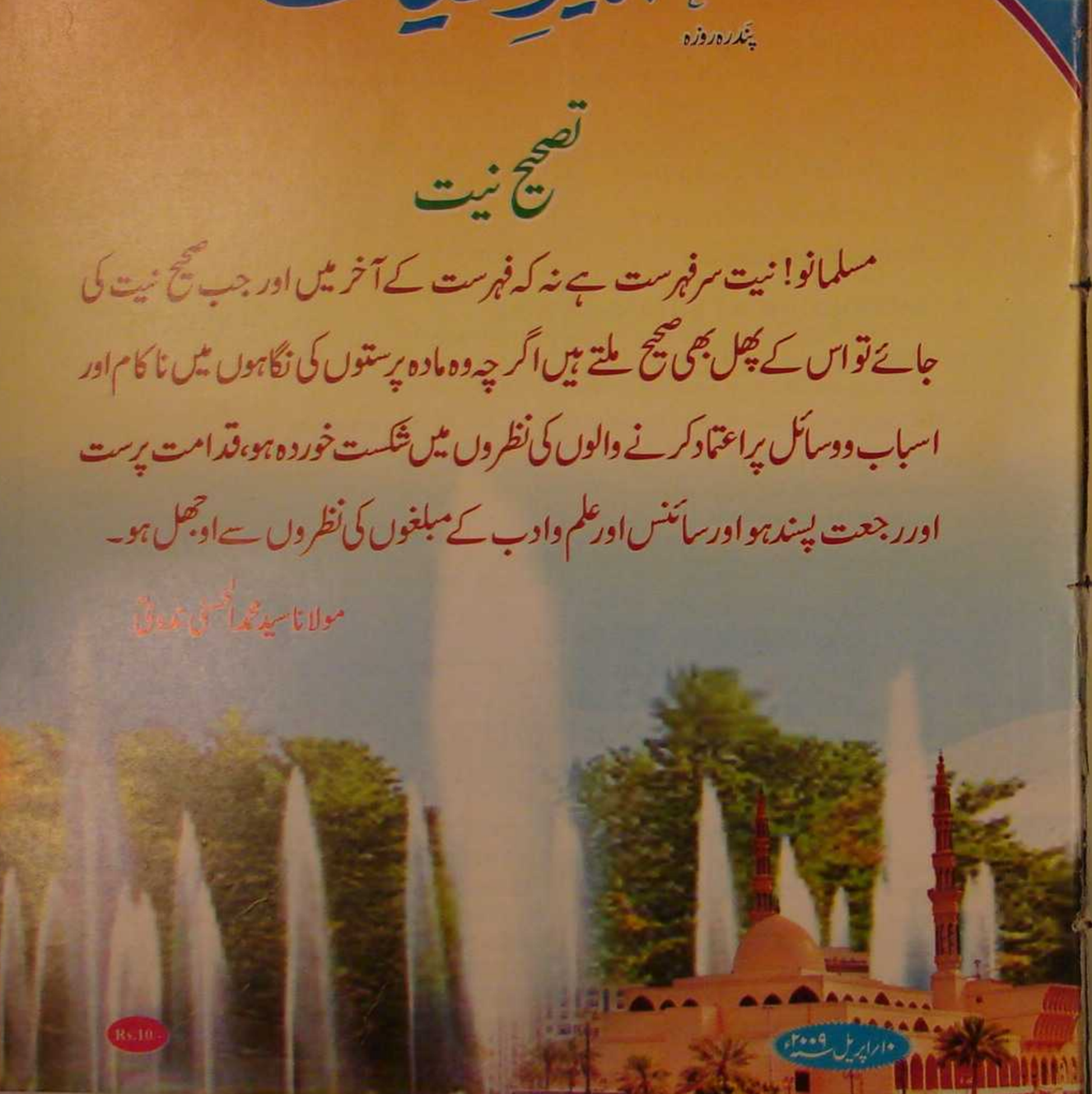

Postal Regd. No.LW/NP/63/2009TO2011
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off: 0522-2740406
Fax: 0522- 2741221
E-mail: nadwa@sancharnet.in

Vol. No. 46 Issue No. 10

25 March, 2009

Mobile: 09415786548

Phone: Shop. 0522-2274606
® 0522-2616731

Mohd. Akram
Jewellers

محمد اکرم جیولرس

Near Odeon Cinema, Lucknow

New

Ph: 2266786

Sana Jewellers

ثنا جویلرس

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad

۳۰۱/۱۷ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳

301/17, Srai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

قبا اوننگ

مینوفیکچررس

ٹیررس اوننگ - ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ - لان اوننگ - ڈیموڈینٹ

سل کراسنگ گوری بازار۔ سروجنی نگر کانپور روڈ۔ لکھنؤ

Tel : 0522-2817580 - 9335236026 - 9839095795

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845

Shop: 9415002532
2613736
3958875

سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑجھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ پروپرائٹر: محمد اسلم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

روغنیات، عرقیات، واٹر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

ایک مرتبہ تجربہ لاکر خدمت کا موقع دیں

اظہار سن پرفیومرس

اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

IZHARSON PERFUMERS

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Jangam Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell 91-9415764832
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph:0522-2614685

DESIGNED BY HAMID, DALIGANJ LUCKNOW. Mobile : 9889654027

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۶ شمارہ نمبر ۱۱

۱۰/اپریل ۲۰۰۹ء مطابق ۱۳/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

● مولانا عبداللہ حسنی ندوی ● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

● امین الدین شجاع الدین

سالانہ زرتعاون ۲۰۰/ ——— فی شمارہ ۱۰/

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے ۴۰/ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

P.O.Box No.93 Tagormarg, Badshah Bagh, Lucknow-7

E-mail: nadwa@sancharnet.in Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کے خریداری نمبر کے پیچھے اگر کال کیرر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

Hashmat Ali (Tameer-e-Hayat) Lko.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِس شمارے میں

شعروا دب

دانا ہے وہی جو دنیا کو.... ڈاکٹر تابش مہدی ۲

اداریہ

سبب کچھ اور ہے، جس کو تو خود سمجھتا ہے شمس الحق ندوی ۳

تعلیم وتربیت

آئندہ نسلوں کے صحیح العقیدہ... حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۵

توحید کا پیغام

حاکم مختار تو اللہ ہی ہے مولانا ابوالکلام آزادؒ ۹

محاسن اسلام

تمدن اسلام کا پیام مولانا عبدالماجد دریابادیؒ ۱۲

اصلاح معاشرہ

دین کی حقیقت: تسلیم ورضا مولانا محمد تقی عثمانی ۱۵

لائحۂ عمل

دعوت اسلامی کے میدان میں... مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی ۱۸

رفتار کار

رپورٹ ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ۲۰

رودادسفر

ساحلی علاقوں کا ایک سفر.. محمود حسن حسنی ندوی ۲۴

رپورٹ

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں سہ روزہ.. محمد جاوید اختر ندوی ۲۷

سیروسیاحت

دوون صنعاء میں فیصل احمد ندوی ۳۰

رسید کتب

تعارف وتبصرہ م،ح،ح ۳۲

Are you planning to sell your car ?

...which has served you faithfully for years would obviously mean a lot to you.

Now you can be rest assured, when it comes to selling your old car, **Classic Automotives,** always have the best offer for you.

We believe in true and realistic value for your used car which also spells **'Clean Deal'.**

Our other usual features are:

- **Spot Settlement**
  - You don't have to wait for your money.
- **Evaluation at your doorstep**
  -You don't have to move around wasting time in traffic jams.
- **Risk free selling**
  -Your vehicle will not be sold without transfer of ownership.

• No commission • No Brokerage • No Hidden Costs

With all these lucrative benefits we wouldn't be expecting you to sell your car to any of your relatives, friends or mechanics!

Simply because, we are committed to this business and always give you the best deal with peace of mind.

Call **98451 00668**

classic automotives

Gear up for the journey of life.

Classic Automotives Bangalore Pvt. Ltd.

Indiranagar: #324, CMH Road, Bangalore 38. ☎ : 32966155 📱 9845600668
Mekri Circle: #40, C. V. Raman Avenue, Bangalore 80. ☎ : 32966433 📱 9945187878
HSR Layout: #9, BDA Complex, Sector VI, Bangalore 02. ☎ : 32966133 📱 9845226464
Jayanagar: #574, 11th Main, 5th Block, Bangalore 41. ☎ : 32966144 📱 9980582424
Yelahanka: #2, MIG, 1st Main, New Town, Bangalore 64. ☎ : 32966166 📱 9845700668
Whitefield: #132, Whitefield Main Road, Bangalore 66. ☎ : 32966422 📱 9845229292

www.classicautomotives.net

دانا ہے وہی جو دنیا کو عقبیٰ کی زراعت جانے ہے

ڈاکٹر تابش مہدی

جو پیروی سلطان اُمم کو عین عبادت جانے ہے
وہ رمز شناس ایماں ہے، وہ رازِ شریعت جانے ہے

تاریخ کے روشن صفحوں میں، ملتا ہے اِک ایسا بھی انساں
جو اپنی ضرورت سے بڑھ کر، اوروں کی ضرورت جانے ہے

تہذیب وثقافت دی جس نے، اونٹوں کے چرانے والوں کو
کیا اس سے زیادہ بھی کوئی، تہذیب وثقافت جانے ہے

دنیا سے توجانا ہے سب کو، یہ بات مسلّم ہے لیکن
دانا ہے وہی جودنیا کوعقبیٰ کی زراعت جانے ہے

صدیقؓ وعمرؓ، عثمانؓ وعلیؓ، جاری ہوا جن سے دین نبیؐ
بس اہل بصیرت ہی ان کی توقیر وفضیلت جانے ہے

یہ یادِ نبیؐ میں آہ وبکا، تسکین کا باعث ہے تو مگر
پابند ادب اس بات کوبھی اِک درجہ شکایت جانے ہے

اے تابشؔ مہدی! ہوش میں آ، یہ چرب زبانی ٹھیک نہیں
مضمون میں نعت کے ہوتی ہے، کس درجہ نزاکت جانے ہے؟

☆☆☆☆☆

سبب کچھ اور ہے، جس کو تو خود سمجھتا ہے

شمس الحق ندوی

موجودہ غیر معمولی حالات وحوادث صاف بتلا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس موجودہ طرز زندگی سے جس میں دعوت کی روح، دین کے لیے جدوجہد، آخرت کی فکر اور ایمانی زندگی کی کیفیات نہ ہوں ہرگز راضی نہیں۔ بدلتے ہوئے حالات اور ہواؤں کے رخ بتا رہے ہیں کہ قدرت مسلمانوں کو جھنجھوڑ رہی ہے اور مختلف قسم کے اشارات اور خطرے کی علامات ان کی تنبیہ وعبرت کا سامان فراہم کر رہے ہیں، اور خطرے کا سائرن بجا رہے ہیں کہ اگر تم اپنا کھویا ہوا مقام پھر سے نہیں حاصل کرتے اور دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ بہنے والے دھارے سے اپنے کو الگ نہیں کرتے، اپنی کھوئی ہوئی قدروں کو پھر سے زندہ وجاوید نہیں بناتے تو دنیا کی کوئی طاقت تمہاری حفاظت نہیں کرسکتی۔ اپنے منصب ومقام سے نیچے اتر کر دوسری قوموں کی صف میں کھڑے ہوکر نہ اپنا فرض منصبی ادا کرسکتے ہو اور نہ ہی اپنے تشخص وامتیاز کو باقی رکھ سکتے ہو۔

مسلمانوں کی عام آبادی کا طرز زندگی دنیاوی انہماک اور خود فراموشی، سخت تشویشناک ہے، زندگی کا یہ طرز کہ سوائے مادی ضروریات کی تکمیل اور اپنی شکم پروری اور اپنے بچوں کی پرورش یا حصول جاہ ودولت کے زندگی کا کوئی بلند مقصد نہ ہو اور زندگی ایمان واحتساب سے یکسر خالی، اور اعلاء کلمۃ اللہ کے جذبہ سے عاری ہو، اس میں دینی شعائر واحکامات پر عمل پیرا ہونے اور خدا سے اپنا تعلق استوار کرنے کا کوئی احساس وشعور نہ ہو، اس کو اپنے اندر ایمان کی حلاوت وچاشنی پیدا کرنے کا شوق وولولہ نہ ہو، اپنے بچوں کی اسلامی تعلیم وتربیت کی کوئی فکر نہ ہو، مسلمان بستیوں میں فقط اذان ہوتی ہو لیکن مسجدیں نمازیوں سے خالی رہتی ہوں، اخوت اسلامی اور خیر کے کاموں میں تعاون کی روح مردہ ہوچکی ہو، غرض یہ کہ جس مقصد کے لیے مسلمانوں کی بعثت ہوئی "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر" (آل عمران:۱۱۰) (مومنو! جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئی تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو) اس کو امت کا بڑا طبقہ فراموش کرچکا ہو بلکہ اس کا خوش حال اور روشن خیال طبقہ امت کی اس ذمہ داری اور مقصد کا مذاق اڑاتا ہو، الا ماشاء اللہ۔ تو پھر امت مسلمہ کی حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں، مسلم قوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دیگر اقوام عالم سے بالکل مختلف ہے، ان کی معمولی چوک اور تساہلی پر تنبیہ ہوتی ہے چہ جائیکہ یہ امت غفلت ہی کو اپنا شعار بنالے اور حب جاہ اور حب مال اور دنیا کی حد سے بڑھی ہوئی طلب ومحبت میں دیگر اقوام عالم کی شریک وسہیم بن جائے۔

غزوۂ حنین میں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صرف اس تصور وخیال پر تنبیہ ہوئی تھی اور مسلمان شکست کھا گئے تھے کہ اس وقت ہم بہت بڑی تعداد میں ہیں، ہم بڑی آسانی کے ساتھ اپنے دشمن کو شکست دے سکتے ہیں، ہم نے تو ان پر اس وقت فتح حاصل کی تھی جب ہم بہت تھوڑے سے تھے، مسلمانوں کے خوش حال طبقہ کا اپنے پڑوسی فقراء ومساکین، یتیموں اور بیواؤں، بلکہ عزیزوں اور قرابت داروں کے فقر وفاقہ اور اضطرار واضطراب سے متاثر نہ ہونا اور صرف اپنے ذاتی معاملات اور اپنی دلچسپی کے دائرہ میں دولت کا بے دریغ خرچ اور روپیہ کا پانی کی طرح بہانا خدا کے غضب کو بھڑکانے والا طرز عمل ہے، اور اسی طرز عمل کے نتیجہ میں وہ واقعات پیش آتے ہیں جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور جن سے جنگل کے درندے اور بھیڑیے بھی شرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ عائد کیا ہے، لہٰذا مسلمان جب بھی اپنے اس فرض سے غفلت برتیں گے اور اپنے اصل مقام سے نیچے اتریں گے، اور دنیا طلبی اور خود غرضی کو اپنا پیشہ بنائیں گے تو لازماً نظام عالم درہم برہم ہوجائے گا، اور وہ کچھ ہوگا جو قیاس وگمان میں آنے والا نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت کی نصرت ومدد کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کا وعدہ یقیناً حق ہے، مگر پختہ یقین اور یقین کامل اس کی اولین شرط ہے، ارشاد ربانی ہے:

"ولاتھنوا ولاتحزنوا انتم الاعلون ان کنتم مومنین" (آل عمران:۱۳۹)
(اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے)

نیز فرمایا گیا ہے:

"نحن اولیاء کم فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ"

ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق ہیں)

جس کا ناصر و مددگار خود خالق کائنات ہو، کیا کوئی اس کا بال بیکا کر سکتا ہے؟

یاد کیجئے سامنے سمندر ہے، پیچھے فرعون اور اس کا لشکر، بنی اسرائیل چکی کے ان دو پاٹوں کے درمیان ہیں، اس عالم کائنات میں جو نظام جاری ہے اس کی رو سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ بنی اسرائیل اس خطرہ سے بچ کر نکل سکیں گے، مگر ہوا کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے اضطراب و پریشانی کو دیکھ کر ایمان و اعتماد کے لہجہ میں فرمایا: "کلا ان معی ربی سیھدین" (تم ہلاک ہو جاؤ گے) یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ میرے ساتھ میرا خدا ہے مجھے راستہ دے گا۔

بنی اسرائیل دریا پار ہوتے ہیں اور فرعون مع اپنے لشکر کے غرق دریا ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں کے کرنے کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ اپنا جائزہ لیں، دیکھیں کہ کن روگوں اور بیماریوں کے سبب وہ موجودہ حالت کو پہنچے ہیں، اور اس جائزہ کے بعد اپنی اصلاح کی کوشش اور انابت و رجوع کی کیفیت پیدا کریں، اور اللہ تعالیٰ سے دوبارہ اپنے تعلق کو مستحکم و مضبوط کریں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے سپہ سالار منصور بن غالب کو محاذ جنگ پر روانہ کرتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی تھی:

"تم کو خواہ کیسے ہی حالات سے دوچار ہونا پڑے ہر حال میں خدا کا خوف و لحاظ رکھنا کہ تقویٰ بہترین سامان اور بہت کارگر چال ہے، خوف خدا سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں، دشمن سے زیادہ اس بات سے ڈرو کہ خود سے یا تمہارے فوجیوں سے کوئی گناہ سرزد ہو، گناہ دشمن سے بھی زیادہ ڈرنے کی چیز ہے، دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری مدد اس لیے ہوتی ہے کہ وہ گنہگار ہیں، اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم ان کے مقابلہ میں ٹک نہیں سکتے تھے، اس لیے کہ نہ ہماری تعداد اتنی بڑی ہے اور نہ تیاری ہی ان کی جیسی ہے، اگر ہم گناہ میں اپنے دشمن کے برابر ہو گئے تو مادی طاقت میں وہ ہم سے بہت فائق ہیں اگر اطاعت شعاری اور گناہوں سے پرہیز کی بنا پر ہمیں نصرت خداوندی کا استحقاق نہ حاصل ہوا تو اپنی طاقت سے ان پر کبھی غالب نہیں آسکتے، تم لوگوں کی عداوت سے زیادہ اپنے گناہوں سے ڈرو، اپنی قدرت و طاقت سے زیادہ اپنے گناہوں سے بچنے اور حفاظت کا اہتمام کرو، تم یہ ہرگز نہ سوچو کہ ہمارا دشمن ہم سے برا اور خدا کا باغی ہے اس لیے اس کو ہم پر تسلط و غلبہ نہیں ہو سکتا چاہے ہم گناہ کریں، بہت سی قوموں پر ان کے گناہوں کے سبب ان سے بدترین لوگ مسلط کر دیئے گئے، تم جس طرح دشمن کے مقابلہ میں خدا سے مدد طلب کرتے ہو، اپنے نفس کے مقابلہ میں بھی خدا کی مدد کے طالب بنو"۔

اپنے ان خیالات کے اظہار میں ہم قارئین کرام کو ترک اسباب اور ظاہری وسائل و ذرائع سے آنکھ بند کرنے کی دعوت نہیں دیتے بلکہ پورے یقین و اعتماد کے ساتھ یہ کہنا چاہتے ہیں اور تاریخ اسلام اس کی شاہد ہے کہ احکام خداوندی کی پابندی، اس کی طرف رجوع و انابت کو اولیت حاصل ہے اور ان سے غفلت برتنے کے بعد اسباب و قوت بے فائدہ اور بے معنی ہیں "فھل من مدکر"

اب اقبالؒ کا پورا شعر پڑھ لیجئے ؎

سب کچھ اور ہے جس کو تو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

☆☆☆☆☆

آئندہ نسلوں کے صحیح العقیدہ مسلمان رہنے کی ضمانت ضروری ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

"اَمْ کُنْتُمْ شُھَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ، اِذْ قَالَ لِبَنِیْہِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ اٰبَائِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰھاً وَّاحِداً وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ"۔
(سورۃ البقرہ:۱۳۳)

بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے، اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔

جہاں تک مسلمان کا تعلق ہے اس کے لیے دینی تعلیم اور دین کی بنیادی واقفیت کی وہی حیثیت ہے، جو ایک انسان کی زندگی کے لیے ہوا اور پانی کی ہے، ایک مسلمان کو مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنے کے لیے مسلمان کہلانے کے لیے اور پھر آخرت میں خدا اور اس کے رسول کو منہ دکھانے اور نجات حاصل کرنے کے لیے بنیادی دینی عقائد کے جاننے کی ویسی ہی ضرورت ہے جیسے کہ ایک انسان کو زندہ رہنے کے لیے ہوا اور پانی کی ضرورت ہے، اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں، اس لیے کہ مسلمان کسی نسلی تسلسل کا نام نہیں ہے، کسی قومیت کا نام نہیں ہے، کسی تہذیب کا نام نہیں ہے، (تہذیب اس میں شامل ہے، تہذیب اس کے تقاضوں اور اس کے معاون چیزوں میں سے ہے) لیکن اسلام محض ایک تہذیب، خالی ایک کلچر نہیں کسی ذات برادری کا نام نہیں، کسی برہمن کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو وہ بہرحال برہمن ہے چاہے مانے چاہے نہ مانے، اس کے لیے اس کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مسلمانوں میں بھی بہت سی پشتیں اور خاندان ہیں جن پر مسلم معاشرہ میں فخر کیا جاتا ہے اور لوگ ان کی وجہ سے عزت کرتے ہیں۔

لیکن اصل نسبت صحیح عقیدہ، اللہ سے صحیح رشتہ، غلامی و عبودیت ہے اور اس کا صحیح طریقہ تعلیم ہے، یہی وہ نسبت ہے جس کا حضرت یعقوب علیہ السلام دنیا سے کوچ کرتے وقت (حالت احتضار میں) اطمینان حاصل کر لینا چاہتے تھے، انہوں نے اپنے سب فرزندوں، پوتوں، نواسوں کو جمع کر کے (اور وہ ماشاء اللہ کثیر الاولاد تھے) دریافت فرمایا کہ "ماتعبدون من بعدی" میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ یہ بات انہوں نے کس سے کہی تھی ان سے کہی تھی، جو نبی زادے تھے نبی کے پوتے تھے، نبی کے پرپوتے تھے، اسی موقعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے، کسی نے پوچھا کہ "من ھو الکریم" کہ کریم کون ہے، معزز آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا "الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراھیم" اگر خاندانی عزت کے بارے میں پوچھتے ہو تو یوسف علیہ السلام سے بڑھ کر معزز آدمی ہوگا؟ کہ نبی کے بیٹے، نبی کے پوتے، نبی کے پرپوتے تھے، پیغمبروں کے اس خاندان کا سرپرست اپنے بچوں کو جمع کرتا ہے، بیٹوں، پوتوں کو جمع کرتا ہے، ماشاء اللہ کثیر الاولاد تھے، قرآن مجید تعداد کا موضوع نہیں ہے، تورات، انجیل، بائبل میں گنتیوں کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور بہت بڑے حصہ میں گنتیاں پھیلی ہوئی ہیں، لیکن قرآن مجید گنتیوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا، بہرحال افراد خاندان بڑی تعداد میں تھے، اللہ نے ان کو عمر طویل بھی عطا فرمائی تھی، برکت بھی عطا فرمائی تھی، ان کو بنی اسرائیل کی پوری ملت کا مورث اعلیٰ ہونا تھا، ظاہر ہے کہ ان کے سامنے کتنے پوتے نواسے اور ان کی اولاد ہوگی، آپ نے سب کو جمع کیا، ان سے زیادہ کون جانتا تھا کہ یہ کس کی اولاد ہیں، ان کی رگوں میں کن کا خون ہے، اس خون کے کیا خصائص ہیں، اور اس خاندان کی کیا تاریخ ہے، اس کا تاریخ عالم میں کیا کردار رہا ہے، یہ ان کے بیٹے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ان ابراھیم کان امۃ قانتاً للّٰہ حنیفاً" (سورہ النحل:۱۲۰) (ابراہیم بذات خود ایک امت تھے) اور فرمایا "ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمّٰکم المسلمین" (سورہ الحج:۷۸) وہ خدا کا پہلا گھر بنانے والا ابراہیم، وہ توحید کا پہلا اعلان کرنے والا ابراہیم، وہ جس نے توحید کے عقیدہ کے لیے ہجرت کی، جس نے خطرات مول لئے، جس نے اپنے باپ سے پہلی لڑائی مول لی، اس کا باپ صرف یہ نہیں کہ وہاں کا ایک معزز آدمی تھا، وہاں کے سب سے بڑے معبد (عبادت گاہ) کا سب سے بڑا آدمی تھا، ان کی جو پہلی گفتگو ہوئی، اور پہلے جو مسلک کا اظہار و اعلان ہوا، وہ باپ کے سامنے ہوا، پھر اپنے زمانے کے غالباً سب سے بڑی، سب سے بڑی نہیں تو ایک بڑی متمدن سلطنت کے فرمانروا سے ان کا مقابلہ ہوا، ابراہیمؑ کی اولاد کو ابراہیمؑ ہی کا جانشین (حضرت یعقوب علیہا السلام) اپنے بیٹوں، پوتوں کو جمع کر کے کہتا ہے۔

"پیارے بیٹو، پوتو، نواسو! اب تم سے رخصت

ہونے والا ہوں، لیکن میری پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی، جب تک یہ اطمینان نہ ہوجائے کہ تم خدائے واحد ہی کی عبادت کروگے؟ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروگے، یا لوگوں کو جیسا کرتے دیکھوگے تم بھی کرنے لگوگے، اور انہیں کی بولیاں بولنے لگوگے، تم ایک نہیں تین تین پیغمبروں کی اولاد ہو، تمہاری رگوں میں نوع انسانی کے موحد اعظم (سیدنا ابراہیمؑ) کا خون ہے، جس نے توحید خالص کی اس وقت صدا لگائی، جب دنیا میں وہ بالکل نامانوس ہوچکی تھی، اس نے اللہ کے نام پر اس وقت گھر تعمیر کیا جب دنیا میں اس کے نام کا کوئی گھر نہیں رہ گیا تھا، اس نے اس کے لیے اپنے باپ اور گھر والوں سے ناطہ توڑا، آگ میں ڈال دیا جانا گوارہ کیا، اس کے لیے گھر بار اور محبوب وعزیز وطن چھوڑا اور ملک ملک کے سفر کیے لیکن میں اتنا کا فی نہیں سمجھتا (میں نے بڑے بڑے خدا پرستوں اور بت شکنوں کے خاندان کا حشر دیکھا ہے کہ وہ کس قدر جلد صحیح راستہ چھوڑ کر بھٹک گئے)۔

عزیزو! اس وقت کہنے کی پچاس باتیں ہوسکتی ہیں، مثلاً مل کر رہنا، اتحاد کے ساتھ رہنا، اپنی محنت سے حق حلال کی کمائی کھانا، شریفانہ زندگی گزارنا، کسی کو تکلیف نہ پہونچانا، سب کے کام آنا، پچاس باتیں کہی جاسکتی ہیں، لیکن میں صرف ایک بات پوچھتا ہوں "ماتعبدون من بعدی"؟ یہ بتادو کہ میرے بعد تم بندگی کس کی کروگے؟

اللہ اکبر! یہ وہ وقت ہے کہ آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے، ہمارے سامنے اگر صرف وصیتوں کا لٹریچر جمع کیا جائے یعنی کوئی ریسرچ اسکالر، دین کا کوئی طالب علم اس پر کام کرے کہ لوگوں نے اپنی اپنی اولاد اور پسماندگان کو کیا وصیتیں کی ہیں، دنیا سے جاتے وقت اپنے دوستوں اور عزیزوں کو کیا ہدایت کرکے گئے ہیں، تو ایک جلد نہیں، ایک چھوٹا سا کتب خانہ تیار ہوجائے گا، لیکن اللہ کے اس مومن بندے کو فکر صرف یہ ہے کہ کیا میری اولاد اس دولت کو اپنے سینے سے لگائے رکھے گی جس پر خدا کی ہر مدد، خدا کی ہر رحمت، خدا کے ہر بہتر فیصلے اور خدا کی نصرت، فردوامت کی نجات اور انسانیت کے مستقبل کا دارومدار ہے، وہ ایک ہی چیز ہے "ماتعبدون من بعدی" تم یہ بتادو کہ میری آنکھ بند ہونے کے بعد بندگی کس کی کروگے؟

یہ ہے مسلمانوں کے ذہنوں کو ڈھالنے والا سانچہ، ایمان کی قیمت پہچاننے کا امتحان ومعیار، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر کرکے اس کو قیامت تک کے لیے محفوظ کردیا کہ ہر نسل کا مسلمان بلکہ ہر نسل کا انسان پڑھے اور اس سے سبق لے اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بیان کرکے تاریخ نہیں سنائی ہے، قرآن تاریخ کی کتاب نہیں ہے، تاریخ ہے لیکن وہ تاریخ کے لیے نہیں، یہاں پر ہمیں بتایا کہ اس طرح مسلمان کے ذہن کو کام کرنا چاہئے۔

اب مسئلہ اس وقت فرد کا نہیں ملت کا ہے، میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ ملت کیا اس ذہن سے کام کررہی ہے کیا اپنی اولاد کے بارے میں اسے اس بات کا اثر ہے، جن کے دماغوں میں اس بات کی اہمیت بیٹھی ہوئی ہے؟ اپنے دل کو ٹٹولیں، اپنے دماغوں کا جائزہ لیں اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ ملت کے لیے صرف ایک پوسٹر بنانا ہے، اور صرف ایک جملہ کی گنجائش ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں، تو میں کہوں گا کہ "ماتعبدون من بعدی" بلکہ دو، پوسٹر کے نیچے لکھو کہ ہر مسلمان اپنی اولاد سے دنیا سے جانے سے پہلے سوال کرے اور جب تک دنیا میں ہے اپنا جائزہ لے، محاسبہ کرے کہ اس کے نزدیک اس کی اہمیت ہے یا نہیں؟ وہ اپنے بچوں کے لیے اپنی آئندہ نسل کے لیے یہ اطمینان کرنا ضروری سمجھتا ہے یا نہیں کہ "ماتعبدون من بعدی" میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے، میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم اور آپ سب اپنے اپنے

دلوں کو ٹٹولیں اور یہ دیکھیں کہ واقعی اس سوال کی ہمارے یہاں اہمیت ہے یا نہیں؟ اور یہ سوال افراد کے پیمانہ پر، خاندان کے پیمانہ پر، برادری کے پیمانہ پر، معاشرہ کے پیمانہ پر، محلہ کے پیمانے پر، قصبہ کے پیمانہ پر اور آخر میں میں کہتا ہوں کہ ملت کے پیمانہ پر، اور ملت ہندیہ اسلامیہ کے پیمانہ پر، ہمارے دلوں پر نقش ہے یا نہیں؟ ہماری آئندہ نسل ہمارے بعد کس راستے پر چلے گی، وہ کس گروہ وملت کی پیرو ہوگی کس کی پرستش کرے گی، کن عقائد کو مانے گی..... یہ خدائے واحد کی پرستار ہوگی یا سیکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں، خداؤں اور دیوتاؤں کی، یہ اس وسیع کائنات میں اور اپنی محدود زندگی میں کس کے دست قدرت کو کام کرتا ہوا دیکھے گی اور مانے گی۔

یہ سب سے بڑا اطمینان ہے اس کے بغیر میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا ہے، جب تک وہ کسی نہ کسی درجے میں یہ اطمینان نہ کرلے کہ میری نسل اسلام کے صحیح راستے پر رہے گی، صحیح عقیدہ پر قائم رہے گی، خواہ اس کو اس کے لیے کتنی قربانیاں دینی پڑیں، آج ہماری اصل کمزوری یہ ہے کہ ہم اس کے لیے معمولی قربانی دینے کے لیے تیار نہیں، ہم اپنے بچوں کے لیے اس خطرہ کے تصور سے نہیں لرزتے کہ وہ صحیح دین وعقیدہ سے بے خبر اور آخرت میں نجات پانے اور خدا اور رسول کے سامنے سرخرو ہونے سے محروم رہیں گے، لیکن اس سے خائف اور لرزہ براندام ہوتے ہیں کہ ہمارے بچے کمپیٹیشن میں کامیاب ہونے یا اپنا تعلیمی کیریئر بنانے میں ناکام ہوں گے، اگر بچہ نے اردو کو اپنی زبان قرار دیا، اس کو اپنی مادری زبان ڈکلیر کیا، تو اس کے نتیجہ میں اس کے کیریئر پر اثر پڑے گا، حالانکہ یہ بالکل موہوم خطرہ اور "اندیشہ دوردراز" کی حیثیت رکھتا ہے، اب نوبت یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ مسلمان اپنے دین کی بقاء کے لیے ایک فی ہزار خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں، مسلمان گارجین اس کے لیے تیار نہیں ہیں کہ وہ اسکولوں میں یہ لکھادیں کہ ہمارے بچے کی زبان اردو ہے، اس کی مادری زبان اردو ہے، جب ملت کی اپنے دین کے ساتھ وابستگی کی قیمت ادا کرنے کی اتنی بھی اہمیت نہیں ہے کہ میرے بچہ کو کہیں دس برس میں اردو لینے کی قیمت ادا کرنی پڑے، حالانکہ اس کی سیکڑوں، ہزاروں مثالیں مل سکتی ہیں کہ اردو کے ذریعہ سے لوگوں نے پڑھا، اور اپنی ذہانت سے اپنی محنت سے اپنی صلاحیت سے بڑے بڑے امتحان میں کامیابی اور امتیاز حاصل کیا، بڑی سے بڑی اسامی اور بڑے سے بڑے عہدہ پر فائز ہوئے، اس کے لیے ہزاروں مثالیں مل جائیں گی، آپ بتائیے کہ اس ملت کی نگاہ میں اپنے ایمان کی کتنی قیمت ہے، اپنے دین کی کتنی قیمت ہے؟ اس کے متعلق، آپ دنیا کی کسی عدالت سے پوچھ لیجئے، مت پوچھئے علماء سے، آپ ماہرین نفسیات سے پوچھ لیجئے، آپ تقابل ادیان کے استادوں سے پوچھ لیجئے کہ جو ملت اتنا خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں ہے، ایک فیصدی اس کا خطرہ ہے کہ بچہ ایک بڑے امتحان میں نہ آئے، امتیاز نہ حاصل کرسکے، کسی بڑے اسامی پر نہ جائے، اسی لیے میں نے اسکول میں جاکر یہ نہیں لکھوایا کہ بچہ کی مادری زبان اردو ہے، میں نے ہندی لکھوادی، اس ملت کے متعلق آپ غیر مسلموں سے پوچھئے جیسا کہ ابھی ہمارے محترم مہمان سید حامد صاحب نے فرمایا کہ "اقلیتی کمیشن کے ایک ہندو ذمہ دار نے یہ لکھا ہے کہ "ہندوستان ہی کی یہ خصوصیت ہے کہ یہاں اقلیت اتنی محنت نہیں کرتی جتنی اکثریت کرتی ہے، حالانکہ اس کو اس سے زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہے" میں اس سے زیادہ آگے قدم بڑھا کر اپنی زبان میں کہتا ہوں، ایک دین کے طالب علم کی زبان میں کہتا ہوں کہ امت اپنے دین وایمان کے لیے اتنی بھی قربانی دینے کے لیے تیار نہیں جتنی ملک کو آزاد کرانے کے لیے، جتنی اپنی تہذیب کو باقی رکھنے کے لیے، جتنی ہندی زبان کو رائج کرنے کے لیے ہندو اکثریت نے دی ہے، امریکہ کے یہودیوں کا ذکر تو فضول ہے جنہوں نے اپنی شخصیت وامتیاز ثابت کردیا اور اپنے ملی وتہذیبی مطالبات منوالیے، خود ہندوستان میں ملک کو آزاد کرانے کے لیے اور اپنے بہت سے مطالبات کو منوانے کے لیے یہاں کے مختلف فرقوں نے جو قیمت ادا کی ہے، اس کا دسواں حصہ بھی یہ ملت اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لیے ادا کرنے کو تیار نہیں، اپنے بارے میں آپ خود فیصلہ کیجئے، یہ فیصلہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں، جب ملت کی ذہنی کیفیت جب ملت کی شکست خوردگی، جب ملت کی اپنے دین کی قیمت سے ناواقفیت اس درجہ کو پہونچ جائے کہ وہ موہوم سے موہوم خطرہ بھی اپنے بچہ کے لیے مول لینے کے لیے تیار نہ ہو، دنیاوی ترقیات اور معاشی مسئلہ کے لیے دین وایمان کو خطرہ میں ڈال دے، بلکہ دین وایمان کو زد پر لگادے، تو اس کا کیا مقام رہ جاتا ہے؟

اس وقت دنیا میں وہ طریقے نہیں ہیں جو نسل کشی کے پرانے طریقے تھے، اور جس کے لیے اس زمانہ کے مطلق العنان فرماں روا بدنام ہیں، میں آپ ہی کے شہر الٰہ آباد کے شاعر نہیں بلکہ اپنے دور کے سب سے بڑے شاعر اور لسان العصر کے شعر کا حوالہ دیتا ہوں، وہ انگریزوں کا دور تھا، انہوں نے اس دور کو سامنے رکھ کر کہا۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اس شعر میں انہوں نے ایک پوری کتاب کا مضمون بیان کردیا ہے۔ میں ان کا دوسرا شعر پڑھتا ہوں۔

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

آج سے ساٹھ ستر برس پہلے انہوں نے یہ شعر کہا ہوگا، لیکن آج بھی یہی حقیقت ہے، اور حقیقتوں کی عمر نہیں ہوتی، برسوں کے حساب سے ان کی عمر نہیں ناپی جاتی، ابدی صداقتیں سیکڑوں، ہزاروں برس تک اور سیاسی وثقافتی اور تہذیبی تبدیلیوں کے ساتھ باقی رہتی ہیں، اس تعلیمی انقلاب اور معنوی نسل کشی سے ملت اپنے ماضی ہی سے نہیں، وہ اپنے دین سے، اپنے دینی شخصیت سے، اپنے دینی حقائق وعقائد سے نہ صرف یہ کہ بیگانہ ہوگی، بلکہ بے زار ہوگی، اپنے اسلاف سے نہ صرف ناواقف ہوگی، بلکہ ان کے نام پر شرماتی ہوگی، اور ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہوگی، ہمارے چھوٹے سے اسکول کے بچے بتاتے ہیں کہ اٹھتے بیٹھتے ہم سے کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب ظالم تھا، اور جب تک کہ ایک من جینو جلا نہیں دیتا تھا، اس وقت تک ناشتہ ہی نہیں کرتا تھا، اسلام تلوار سے پھیلایا گیا ہے، اس دنیا کا کارخانہ دیوی، دیوتا چلاتے ہیں، یہ آج ہمارے اسکولوں میں پڑھایا جاتا ہے۔

میرے بھائیو اور دوستو! سیدھی سیدھی بات یہ ہے کہ خالص مسلم اکثریت کے ملک میں بھی مسلمانوں کو مسلمان رہنے کے لیے اپنی آئندہ نسل کو مسلمان رکھنے کے لیے سخت جانفشانی اور سخت قربانی کی ضرورت ہے، وہاں بھی بغیر جانفشانی اور قربانی کے مسلمان اپنی آئندہ نسل کے دین وایمان کا تحفظ نہیں کرسکتے، وہاں بھی "ماتعبدون من بعدی" کا سبق ہمارے سامنے ہے، چہ جائیکہ ایک ایسے ملک میں جہاں ہم اقلیت میں ہیں، اور اس اقلیت کے ساتھ ارادی اور غیر ارادی، شعوری یا غیر شعوری طریقے پر ایک ایسی تاریخ اور ایک ایسا دور وابستہ ہے، کہ جائز یا ناجائز، حق بجانب ہو یا غیر حق بجانب، اس کے متعلق

نہ صرف یہ کہ غلط فہمیاں ہیں بلکہ بدگمانیاں بھی ہیں، اور شکایتیں بھی، یعنی ہماری ملت کی یہاں صحیح پوزیشن یہ ہے کہ ایک تو وہ اقلیت میں ہے، پھر اس کی ایک بڑی آزمائش یہ ہے کہ اس نے آٹھ سو برس تک اس ملک میں حکومت کی ہے، اس شکل سے چھٹکارا نہیں، اب اس سے خلاصی حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں، تاریخ جب ایک مرتبہ بن جاتی ہے تو اس کو مٹایا نہیں جاسکتا، دوسری بات یہ ہے کہ انگریزوں نے (اپنے انتظامی وسیاسی مصالح سے) اپنے دور میں اقلیت واکثریت کے مسائل پیدا کئے، اس میں خلیج پیدا کی، پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ اس ملک کے پڑوس میں ایک اسلامی مملکت بنی، اور وہ قائم ہے، ہم کو اور آپ کو ان سب حقائق کو سامنے رکھنا پڑے گا، یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن پر پردہ ڈالنے سے کام نہیں چلے گا، آپ ہزار کہیں کہ ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں، مگر یہ سائے اور ذہنی اثرات ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں، پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ ہم نے اپنے ہم وطنوں کو اپنے دین کی حقیقت سے اور صحیح تاریخ سے باخبر نہیں کیا، ہم نے انسانیت کی جو خدمت انجام دی، اس ملک کو چار چاند لگائے، عالمگیر انسانی تمدن پر اس ملت کے جو احسانات ہیں اور اس کے جو اثرات پڑے ہیں ان سے ہم نے ابھی تک ان کو آگاہ نہیں کیا ہے، انہیں میں سے کسی کو خدا نے توفیق دی تو اس نے کچھ لکھ دیا۔

یہ ملک جمہوری ہے اس نے جمہوری سیکولرزم کو پسند کیا ہے، اس لیے یہاں پر تعداد ایک اہمیت رکھتی ہے، ہماری تاریخ ایک بیرونی قوم کی تاریخ نہیں ہے، ایک ایسی قوم کی تاریخ ہے جو یہاں ایک ہزار برس سے رہ رہی ہے، اس طویل سفر میں نشیب وفراز آئے ہیں، زندہ قوموں کی تاریخ میں نشیب وفراز آتے ہی ہیں، لیکن ان کو رنگ آمیزی کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے، اور اب ان کو خاص طور سے زندہ کیا جارہا ہے، زندہ اور حکومت کرنے والی قوموں کی تاریخ میں ساری چیزیں خوشگوار اور ساری چیزیں بالکل ہموار نہیں ہوتیں۔

اب آپ خود فیصلہ کیجئے کہ آپ کے لیے اپنی دینی تعلیم کا تحفظ، اس کے انتظامات اور اپنی آئندہ نسل کو مسلمان باقی رکھنے کی جدوجہد کتنی ضروری ہے؟ اس کو زبان قال سے بھی اور زبان حال سے بھی اس حقیقت کا اطمینان کر لینا ضروری ہے کہ ہمارے بچے خدائے واحد کے پرستار ہوں گے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا اور آخری پیغمبر سمجھتے ہوں گے، یہ قرآن ہی کو اپنا دستور حیات سمجھیں گے، کتاب وسنت نے مسلمانوں کو عائلی قانون کا جو نقشہ دیا ہے، نکاح وطلاق، ترکہ ومیراث، موت وحیات کے لیے جو ہدایت دی ہیں ان کو وہ اپنے دین کا جزء سمجھیں گے، نمازوں کے پابند ہوں گے، فرائض کے پابند ہوں گے، اللہ اور رسول سے محبت رکھتے ہوں گے، اور اللہ رسول کے نام پر اپنی عزت اور جان ومال کی قربانی کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔

حضرات! یہی دینی تعلیمی کونسل اور اس کی اس دینی تعلیمی تحریک کا حاصل ہے، آپ اپنی اولاد سے زبان حال سے پوچھیں یا زبان قال سے پوچھیں کہ کل وہ کس دین وملت کے پیرو ہوں گے؟ اور آپ کے پاس جو وسائل اور امکانات ہیں ان سب کو اس مقصد کے حصول کے لیے استعمال کریں، کہ یہ خدائے واحد کے پرستار ہوں، اور مختصر لفظوں میں صحیح مسلمان ہوں، موحد، اس زندگی کے بعد دوسری زندگی پر ایمان رکھتے ہوں، اس پر یقین رکھتے ہوں کہ "ان الدین عنداللہ الاسلام" (سورہ آل عمران:۱۹) اللہ کے یہاں جو دین مقبول ہے وہ اسلام ہے۔

ہم اپنی پوری دینی خصوصیات کے ساتھ اور پوری اسلامی شخصیت کے ساتھ آزادی اور عزت کے ساتھ اس ملک میں رہیں گے، راتب اور جان کے تحفظ کی ضمانت پر محض جانوروں کی زندگی نہیں گزاریں گے، عزت وآبرو کے ساتھ اس ملک کے نظم ونسق میں شریک ہوتے ہوئے اور اس ملک میں اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اس ملک کی تعمیر وترقی میں مساویانہ حصہ لیتے ہوئے اور اس ملک کی حفاظت کرنے کے ساتھ، اور اس ملک کا نام اونچا کرنے کے ساتھ اور اس ملک کی دنیا کے دوسرے ملکوں میں عزت بڑھانے کے ساتھ ہم اس ملک میں اپنے عقائد وخصوصیات کے ساتھ رہیں گے، خدا نے اور ہمارے دین نے جو تعلیم دی ہے، اور ہمارے پاس جو تاریخ ہے اس سے ہم اس ملک کو اخلاقی گراوٹ سے، کرپشن سے اور اس اخلاقی دیوالیہ پن سے بچا سکتے ہیں، جو اس ملک کے لیے اس وقت سب سے بڑا خطرہ ہے، ہم اپنی نسلوں کے بھی ایمان واسلام کی حفاظت کا بندوبست کریں گے، ان کی دینی تعلیم کے لے اسلامی مکاتب قائم کریں گے، ہماری آئندہ نسل کی زبان اردو ہوگی، اس لیے کہ یہ اس کے لیے دین سے واقفیت کا سب سے آسان ذریعہ ہے اور یہ اس کی تہذیب کا نشان ہے، اس کا کلچر ہے اس کے لیے اول تو قومی فیصلہ کی ضرورت ہے، اس کے بعد تھوڑی سی قربانی کی ضرورت ہے، ہمیں امید نہیں یقین ہے کہ ایک خوددار، صاحب ضمیر وعقیدہ اور صاحب دعوت اور ایک شاندار تاریخ رکھنے والی زندہ ملت کی حیثیت سے آپ اس کے لیے تیار ہیں۔

وماالتوفیق الا من عنداللہ

☆☆☆☆☆

حاکم مختار تو اللہ ہی ہے

.....مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

لوگ دنیا میں سینکڑوں قوموں کے محکوم ہیں، ماں باپ کے محکوم ہیں، دوست واحباب کے محکوم ہیں، استاد اور مرشد کے محکوم ہیں، امیروں حاکموں اور بادشاہوں کے محکوم ہیں، اگرچہ وہ دنیا میں بغیر کسی زنجیر اور بیڑی کے آئے تھے، مگر دنیا نے ان کے پاؤں میں بہت سی بیڑیاں ڈال دی ہیں۔

لیکن مومن ومسلم ہستی وہ ہے، جو صرف ایک ہی کی محکوم ہے، اس کے گلے میں محکومی کی ایک بوجھل زنجیر ضرور ہے پر مختلف سمتوں میں کھینچنے والی بہت سی ہلکی زنجیریں نہیں ہیں، وہ ماں باپ کی اطاعت اور فرماں برداری کرتا ہے، کیوں کہ اس کے ایک ہی حاکم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، وہ دستوں سے محبت رکھتا ہے کیوں کہ اسے رفیقوں اور ساتھیوں کے ساتھ سچے برتاؤ کی تلقین کی گئی ہے، وہ اپنے سے بزرگ اور ہر بڑے کا ادب ملحوظ رکھتا ہے، کیوں کہ اس کے ادب آموز حقیقی نے اسے ایسا ہی بتایا ہے، وہ بادشاہوں اور حاکموں کا حکم بھی مانتا ہے، کیوں کہ حاکموں کے ایسے حکموں کے ماننے سے اسے نہیں روکا گیا ہے، جو اس کے حاکم حقیقی کے حکموں کے خلاف نہ ہوں، وہ دنیا کے ایسے بادشاہوں کی اطاعت بھی کرتا ہے، جو اس کی آسمانی بادشاہت کی اطاعت کرتے ہیں، کیوں کہ اسے تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ ایسا ہی کرے، لیکن یہ سب کچھ جو وہ کرتا ہے تو اس لیے نہیں کرتا کہ ان سب کے اندر کوئی قدرت مانتا اور ان کو جھکنے کی جگہ سمجھتا ہے، بلکہ صرف اس لیے کہ اطاعت ایک ہی کے لیے ہے، اور حکم صرف ایک ہی کا ہے، جب اس ایک ہی حکم دینے والے نے ان سب باتوں کا حکم دے دیا تو ضروری ہے کہ خدا کے لیے ان سب بندوں کو بھی مانا جائے، اور اللہ کی اطاعت کی خاطر وہ اس کے بندوں کا بھی مطیع ہوجائے۔

پس فی الحقیقت دنیا میں ہر انسان کے لیے بے شمار حاکم اور بہت سی جھکانے والی قوتیں ہیں لیکن مومن کے لیے صرف ایک ہی ہے، اس کے سوا کوئی نہیں، وہ صرف اس کے آگے جھکتا ہے اور صرف اسی کو مانتا ہے، اس کی اطاعت کا حق صرف ایک ہی کو ہے، اس کی پیشانی کے جھکنے کی چوکھٹ ایک ہی ہے اور اس کے دل کی خریداری کے لیے بھی ایک ہی خریدار ہے، وہ اگر دنیا میں کسی دوسری ہستی کی اطاعت کرتا بھی ہے تو صرف اسی ایک کے لیے، اس لیے اس کی بہت سی اطاعتیں بھی اس ایک ہی اطاعت میں شامل ہوجاتی ہیں۔

مقصود ما زدیر وحرم جز حبیب نیست
ہرجا کنیم سجدہ بداں آستاں رسد

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں اپنے ساتھیوں سے کیا پوچھا تھا؟

"ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ".

بہت سے معبود بنالینا بہتر ہے، یا ایک ہی قہار ومقتدر خدا کو پوجنا؟

یہی وہ خلاصہ ایمان واسلام ہے، جس کی ہر مومن ومسلم کو قرآن کریم نے تعلیم دی ہے کہ:

"اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ".

تمام جہان میں اللہ کے سوا کوئی نہیں جس کی حکومت ہو، اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کو نہ پوجیں اور نہ کسی کو اپنا معبود بنائیں"۔

یہی "دین قیم" ہے جس کی پیروی کا حکم دیا گیا۔

"ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ، وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ".

حدیث صحیح یہ ہے کہ فرمایا:

"لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق"

جس بات کے ماننے میں خدا کی نافرمانی ہو اس میں کسی بندے کی فرماں برداری نہ کرو۔ (بخاری ومسلم)

اسلام نے یہ کہہ کر فی الحقیقت ان تمام ماسوی اللہ اطاعتوں اور فرمانبرداریوں کی بندشوں سے مومنوں کو آزاد وسبکدوش کردیا، جن کی بیڑیوں سے تمام انسانوں کے پاؤں بوجھل ہورہے تھے، اور اس ایک ہی جملہ میں انسانی اطاعت اور پیروی کی حقیقت اس وسعت اور احاطہ کے ساتھ سمجھادی کہ اس کے بعد اور کچھ باقی نہ رہا، یہی ہے جو اسلامی

زندگی کا دستور العمل ہے اور یہی ہے جو مومن کے تمام اعمال واعتقادات کی ایک مکمل تصویر ہے، اس تعلیم الٰہی نے بتلادیا ہے کہ جتنی اطاعتیں جتنی فرماں برداریاں، جتنی وفاداریاں اور جس قدر بھی تسلیم واعتراف ہے، صرف اسی وقت تک کے لیے ہے، جب تک کہ بندے کی بات ماننے سے خدا کی بات نہ جاتی ہو، اور دنیا والوں کے وفادار بننے سے خدا کی حکومت کے آگے بغاوت نہ ہوتی ہو، لیکن اگر کبھی ایسی صورت پیش آجائے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے احکام میں مقابلہ آپڑے تو پھر تمام اطاعتوں کا خاتمہ، تمام عہدوں اور شرطوں کی شکست، تمام رشتوں اور ناطوں کا انقطاع اور تمام دوستیوں اور محبتوں کا اختتام ہے، اس وقت نہ تو حاکم، حاکم ہے، نہ بادشاہ، بادشاہ، نہ باپ، باپ ہے، نہ بھائی بھائی، سب کے آگے تمرد، سب کے ساتھ انکار، سب کے سامنے سرکشی، سب کے ساتھ بغاوت، پہلے جس قدر نرمی تھی اتنی ہی اب سختی چاہئے، پہلے جس قدر اعتراف تھا اتنا ہی اب تمرد چاہئے، پہلے جس قدر فرماں برداری تھی، اتنی ہی اب نافرمانی مطلوب ہے، پہلے جس قدر جھکاؤ تھا، اتنا ہی اب غرور ہے کیوں کہ رشتے کٹ گئے اور عہد توڑ ڈالے گئے، رشتہ دراصل ایک ہی تھا اور یہ سب رشتے اسی ایک رشتے کی خاطر تھے، حکم ایک ہی تھا، اور یہ سب اطاعتیں اسی ایک ہی اطاعت کے لیے تھیں، جب ان کے ماننے میں اس سے انکار اور ان کی وفاداری میں اس سے بغاوت ہونے لگی تو جس کے حکم سے رشتہ جوڑا تھا، اسی کی تلوار نے کاٹ بھی دیا اور جس کے ہاتھ نے ملایا تھا اسی کے ہاتھ نے الگ بھی کردیا کہ

"لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق"

سرور کائنات اور سید المرسلین سے بڑھ کر مسلمانوں کا کون آقا ہوسکتا ہے؟ لیکن خود اس نے بھی جب عقبہ میں انصار سے بیعت لی تو فرمایا کہ "والطاعة فی معروف" میری اطاعت تم پر اسی وقت تک کے لیے واجب ہے جب تک کہ میں تم کو نیکی کا حکم دوں، جب اس شہنشاہ کونین کی اطاعت مسلمانوں پر نیکی ومعروف کے ساتھ مشروط ہے تو پھر دنیا میں کون بادشاہ، کون سی حکومت، کون سے پیشوا، کون سے رہنما اور کون سی قوتیں ایسی ہوسکتی ہیں جن کی اطاعت ظلم وعدوان کے بعد بھی ہمارے لیے باقی رہے؟

آدمؑ کی اولاد، دو کی محکوم نہیں ہوسکتی، وہ ایک سے ملے گی، دوسرے کو چھوڑے گی، ایک سے جوڑے گی، دوسرے سے کٹے گی، پھر خدارا مجھے بتلاؤ کہ ایک مومن کس کو چھوڑے گا اور کس سے ملے گا؟ ایک ملک کے دو بادشاہ نہیں ہوسکتے، ایک باقی رہے گا، ایک کو چھوڑنا پڑے گا، پھر مجھے بتلاؤ کہ مومن کی اقلیم دل کس کی بادشاہت قبول کرے گی؟ کیا وہ اس سے ملے گا جس کی حالت یہ ہے کہ:

"وَيَقْطَعُونَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَن يُّوْصَلَ"

خدا نے جس کو جوڑنے اور ملانے کا حکم دیا ہے وہ اسے توڑتے اور جدا کرتے ہیں!

کیا اس کی بادشاہت قبول کرے گا، جس کی حالت کی تصویر یہ ہے؟

"يُفْسِدُونَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ"

وہ دنیا میں فتنہ وفساد پھیلاتے ہیں، اور انجام کار وہی ناکام ونامراد رہیں گے۔

اور کیا اس کی بادشاہت سے گردن موڑ لے گا جو پکارتا ہے کہ:

"يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ"

اے غافل انسان! کیا ہے جس کے گھمنڈ نے تجھے اپنے مہربان اور پیار کرنے والے آقا سے سرکش بنادیا ہے؟

مگر آہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

"كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ".

تم اس شہنشاہ حقیقی کی حکومت سے کیونکر انکار کروگے جس نے تمہیں اس وقت زندہ کیا جب کہ تم مردہ تھے، وہ تم پر پھر موت طاری کرے گا اس کے بعد دوبارہ زندگی بخشے گا، پھر تم سب اسی کے پاس بلالئے جاؤ گے۔

دنیا اور اس کی حکومتیں فانی ہیں، ان کے جبروت وجلال کو ایک دن مٹنا ہے، خدائے منتقم وقہار کے بھیجے ہوئے فرشتہ ہائے عذاب، انقلاب وتغیرات کے حربے لے کر اترنے والے ہیں، ان کے قلعے مسمار ہوجائیں گے، ان کی تلواریں کند ہوجائیں گی، ان کی فوجیں ہلاک ہوں گی، ان کی توپیں ان کو پناہ نہ دیں گی، ان کے خزانے ان کے کام نہ آئیں گے، ان کی طاقتیں نیست ونابود کردی جائیں گی، ان کا تاج غرور ان کے سر سے اتر جائے گا، ان کا تخت جلال وعظمت ختم ہوتا نظر آئے گا۔

"ويوم تشقق السماء بالغمام ونزل الملآئكة تنزيلا ٥ الملك يومئذ الحق للرحمن

وكان يوماً على الكافرين عسيراً"

اور جس دن آسمان ایک بادل کے ٹکڑے پر سے پھٹ جائے گا، اور اس بادل کے اندر سے فرشتے جوق در جوق اتارے جائیں گے۔

پھر اس دن جب کہ رب الافواج اپنے ہزاروں ہزار قدوسیوں کے ساتھ نمودار ہوگا اور ملکوت السموات والارض کا نقیب پکارے گا۔

"لمن الملك اليوم، لله الواحد القهار"

آج کے دن کس کی بادشاہی ہے؟ کسی کی نہیں، صرف خدائے واحد وقہار کی۔

تو اس وقت کیا عالم ہوگا، ان انسانوں کا جنہوں نے بادشاہ ارض وسما کو چھوڑ کر مٹی کے تودوں کو اپنا بادشاہ بنالیا ہے، اور ان کے حکموں کی اطاعت کو خدا کے حکموں کی اطاعت پر ترجیح دیتے ہیں؟ آہ اس دن وہ کہاں جائیں گے، جنہوں نے انسانوں سے صلح کرانے کے لیے خدا سے جنگ کی، اور اپنے اس ایک آقا کو ہمیشہ اپنے سے روٹھا ہوا رکھا؟ وہ پکاریں گے پر جواب نہ دیا جائے گا، وہ فریاد کریں گے پر سنی نہ جائے گی وہ توبہ کریں گے پر قبول نہ ہوگی، وہ نادم ہوں گے پر ندامت کام نہ دے گی۔

اے انسان! اس دن کے لیے تجھ پر افسوس ہے "ويل يومئذ للمكذبين" وقيل ادعو شركآءكم فلم يستجيبوا لهم" (ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنے ان خداوندوں اور حاکموں کو پکارو، جن کو تم خدا کی طرح مانتے تھے اور خدا کی طرح ان سے ڈرتے تھے وہ پکاریں گے پر کچھ جواب نہ پائیں گے)

پس وہ معلم الٰہی، وہ داعی ربانی وہ مبشر ومنذر، وہ رحمۃ للعالمین، وہ محبوب رب العالمین، وہ سلطان کونین آگے بڑھے گا، اور حضور خداوندی میں عرض کرے گا۔

"وقال الرسول يا رب ان قومی اتخذوا هذاالقرآن مهجوراً".

اے پروردگار! افسوس ہے کہ میری امت نے قرآن کی ہدایتوں اور تعلیموں پر عمل نہ کیا اور اس سے اپنا رشتہ کاٹ لیا اسی کا یہ نتیجہ ہے جو وہ آج بھگت رہے ہیں۔

اللهم صل وسلم عليه وعلىٰ آله وصحبه واتباعه الىٰ يوم الدين.

پس سفر سے پہلے زادراہ کی فکر کرلو، اور طوفان سے پہلے کشتی بنالو، کیوں کہ سفر نزدیک ہے اور طوفان کے آثار ظاہر ہوگئے ہیں، جن کے پاس زادراہ نہ ہوگا، وہ بھوکے مریں گے اور جن کے پاس کشتی نہ ہوگی وہ سیلاب میں غرق ہوجائیں گے، جب تم دیکھتے ہو کہ مطلع غبار آلود ہوا اور دن کی روشنی بدلیوں میں چھپ گئی تو تم سمجھتے ہو کہ برق وباراں کا وقت آیا، پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ دنیا کی امن وسلامتی کا مطلع غبار آلود ہورہا ہے، دین الٰہی کی روشنی ظلمت کفر وطغیان میں چھپ رہی ہے مگر تم یقین نہیں کرتے کہ موسم بدلنے والا ہے اور تیار نہیں ہوتے کہ انسانی بادشاہتوں سے کٹ کر خدا کی بادشاہت کے مطیع ہوجاؤ، کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا کے تخت جلال کی منادی پھر بلند ہو اور اس کی زمین صرف اسی کے لیے ہوجائے۔ حتى لاتكون فتنة ويكون الدين لله.

(جاری)

طالب علم

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے، مگر صاحب کتاب نہیں
(علامہ اقبالؒ)

☆☆☆

جناب ڈاکٹر تابش مہدی صاحب کو صدمہ: والدہ کی وفات

نسل نو کے نمایاں ونمائندہ شاعر، نثر نگار اور نقاد جناب ڈاکٹر تابش مہدی صاحب کی والدہ محترمہ کا ۲۴/مارچ ۲۰۰۹ء بروز منگل کو انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔

ڈاکٹر تابش مہدی صاحب کو دیگر اصناف شاعری کے ساتھ نعت گوئی اور مناقب اصحاب رسولؐ خصوصاً خلفائے اربعہ کی مدحت ومنقبت کا جو ذوق عالی عطا ہوا ہے اور جس کے نتیجہ میں نعت ومنقبت کے پچیکی مجموعے اشاعت پذیر ہوچکے ہیں، ان کا یہ سوز وساز اور درد وکرب اور ذات رسالت مآب سے وابستگی ان شاء اللہ مرحومہ کے لیے ایصال ثواب کا ذریعہ اور باعث اجر ورحمت ہوگا۔

☆☆☆☆

محاسن اسلام

تمدن اسلام کا پیام

بیسویں صدی کی دنیا کے نام

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

بچے، مسلم وکافر سب ہی کے گھرانے میں پیدا ہوتے ہیں، مسلمان کے گھر میں اِدھر بچہ ہوا، اُدھر نہلا دُھلا، سب سے پہلا کام یہ کیا گیا کہ گھر کے کسی بڑے بوڑھے نے، کسی نیک فرد نمازی نے آکر اس کے دونوں کانوں میں اذان واقامت کہی، گویا اللہ کی توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا پیام، بچے کے دنیا میں آتے ہی اُسے سنادیا۔ اور پھر کسی نے ایک خرما اپنے دانتوں سے چبل اور لعاب دہن سے تر کرکے اسے ذرا سا چٹادیا کہ یہ سنتِ رسول اسلام وہادیٔ انامؐ ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ میری ہی یعنی مخصوص وخالص اسلامی تمدن کی ایک جھلک!

بچہ چلنے پھرنے کے قابل ہوا، ٹانگوں میں توانائی آئی، انگنائی میں اور باہر دوڑا دوڑا پھرنے لگا، زبان تلفظ پر کھلی، پڑھنے بٹھایا گیا اور جو لفظ، جو فقرہ سب سے پہلے زبان پر لایا گیا، وہ یہ نہیں کہ ''الف سے انڈا'' یہ نہیں کہ A Fat Man Ran بلکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہی بسم اللہ اس کی (Basic) تعلیم ہے، یہی اس کا کنڈرگارٹن، یہی اس کا میٹیسری منتظ ——— وہی میری ایک جلوہ آرائی!

بچے نے اب ہوش سنبھالا، سیانا ہو کر اب تنہا سفر کرتا ہے، ریل پر جارہا ہے، کھانے کا وقت آگیا، ناشتہ ساتھ ہے یا تازہ کھانا اسٹیشن سے خریدا، ہاتھ دھویا، رومال بچھا کھانا رکھا۔ درجے میں اور بھی ہم سفر ہیں، پہلے کے ملاقاتی نہیں، اجنبی محض، صاحب سلامت تک بھی نہیں، لیکن ان میں سے جو مسلمان نظر آتے ہیں، درخواست ان کے سامنے پیش ہورہی ہے کہ آیئے حضرت! کھانا حاضر ہے۔ اُدھر سے جواب ملتا ہے کہ بسم اللہ، بارک اللہ، آپ نوش فرمائیں۔ نہ چھوت چھات کا سوال، نہ ذات برادری کی پوچھ پاچھ کہ اجنبی لوگ اپنے برابر کے ہیں بھی یا نہیں؟ اور نہ تعارف انٹروڈکشن کا انتظار ——— یہ آخر کیا ہے؟ میرا ہی ایک اور منظر، تمدن اسلام ہی کا ایک اور نمونہ!

بچہ جوان ہوا اور شادی کے قابل، لڑکے اور لڑکی دونوں کی مرضی پالینے کے بعد ماں، باپ تاریخ نکاح مقرر کرتے ہیں۔ دلہن کے گھر پر دولہا مع اپنی پارٹی کے آئے، ہاتھوں ہاتھ لیے گئے۔ زنان خانے میں دلہن، مردانے میں دولہا۔ دلہن نے کسی قدر رو رو کر باضابطہ منظوری وکیلِ نکاح کو دو گواہوں کے سامنے دی۔ انہوں نے محفل میں آکر قاضی کے سامنے دوہرایا، قاضی نے خطبے میں حمد ونعت پڑھی، اللہ ورسولؐ کا کلام سنایا، آیندہ کے فرائض کو اسلام کی مقدس اور مسلمانوں کی بین المنتی زبان (عربی) میں یاد دلایا، نکاح اور اولاد کے برکات بیان کیے اور شوہر کی زبان سے مہر وقبول کا اقرار کرا کے، اللہ سے زوجین کے حُسن معاشرت کی دعائیں مانگ، رسم نکاح خوانی کو ختم کردیا ——— شروع سے آخر تک نہ پوجا پاٹ، نہ مشرکانہ توہمات۔ وہی تمدن اسلامی کی ایک اور نقاب کشائی!

بچہ بوڑھا ہوا اور شادی کے قابل، لڑکے اور لڑکی دونوں کی مرضی پالینے کے بعد ماں، باپ تاریخ نکاح مقرر کرتے ہیں۔ دلہن کے گھر پر دولہا مع اپنی پارٹی کے آئے، ہاتھوں ہاتھ لیے گئے۔ زنان خانے میں دلہن، مردانے میں دولہا۔ دلہن نے کسی قدر رو رو کر باضابطہ منظوری وکیلِ نکاح کو دو گواہوں کے سامنے دی۔ انہوں نے محفل میں آکر قاضی کے سامنے دوہرایا، قاضی نے خطبے میں حمد ونعت پڑھی، اللہ ورسولؐ کا کلام سنایا، آیندہ کے فرائض کو اسلام کی مقدس اور مسلمانوں کی بین المنتی زبان (عربی) میں یاد دلایا، نکاح اور اولاد کے برکات بیان کیے اور شوہر کی زبان سے مہر وقبول کا اقرار کرا کے، اللہ سے زوجین کے حُسن معاشرت کی دعائیں مانگ، رسم نکاح خوانی کو ختم کردیا ——— شروع سے آخر تک نہ پوجا پاٹ، نہ مشرکانہ توہمات۔ وہی تمدن اسلامی کی ایک اور نقاب کشائی!

بچہ بوڑھا ہوا، سفر آخرت کی تیاریاں، بستر مرگ پر عزیز وقریب سب اکٹھے، کوئی کلمہ پڑھ رہا ہے، کوئی سورہ یٰسین دم کررہا ہے، کوئی صرف اللہ اللہ سنا رہا ہے، کہ جو آواز آنکھ کھولتے ہی دنیا میں سب سے پہلے سنی تھی، دم رخصت، آنکھ بند بھی اُسی نام پر ہو۔ کوئی آب زمزم حلق میں ٹپکا رہا ہے، کوئی چارپائی قبلہ رخ کررہا ہے۔ دم آخر ہوا، بھائی، بھتیجے، بیٹے، پوتے سب لگے لپٹے ہوئے ہیں۔ کوئی ہاتھ پیر برابر کررہا ہے، کوئی پیر کے انگوٹھے اور آنکھوں پر پٹی باندھ رہا ہے۔ یہ ہو چکا تو غسل کا پانی نیم گرم تیار ہوا، بیر کی پتیاں ڈالی گئیں، کفن کا کپڑا آیا، اُجلا اُجلا پیراہن تیار ہوا۔ طہارت، وضو، غسل، سب باقاعدہ اور ترتیب کے ساتھ عمل میں آیا۔ کلمے کا ورد، قرآن کی آیتیں، رسول کی بتائی ہوئی دعائیں برابر جاری۔ کافور جابجا ملا گیا کہ کل جو اعضاء حشر میں چمکیں گے، ان کی کچھ دھندلی سی جھلک تو یہیں نظر آجائے۔ جنازہ بن ٹھن کر قبرستان روانہ ہوا ''جیسے گلشن کی آخری ہو بہار'' میت غریب سے غریب کی سہی، کاندھا بڑے سے بڑا آدمی دے رہا ہے۔ قبرستان سارے بستی والوں یا سارے محلے والوں کا ایک، یہ نہیں کہ سولینس کا اور ملٹری والوں کا اور، گورے اور کالے کا امتیاز، مرنے کے بعد بھی قائم رہے۔ نماز جنازہ پڑھی گئی، بوڑھے اور بچے سب نے مل کر خدائے واحد سے دعا مانگی کہ مغفرت ورحمت اس میت کے بھی شاملِ حال رہے اور ہم سب کے بھی۔ میت کو اگنی دیوتا، یا کسی اور دیوی دیوتا کے حوالے نہیں کیا گیا، منتر کسی اور کے نام کے نہیں پڑھے گئے۔ بندے کا ربط تمام تر براہِ راست معبود ہی کے ساتھ قائم رہا۔ قبر کے مکان میں آرام واحترام کے ساتھ اُتارا، قبلہ رخ کرکے لٹایا۔ اُتارتے وقت آوازیں بلند رہیں بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ۔ زمزم وعرق کیوڑہ کی خوشبو نے مٹی کے گھر میں قصرِ جنت کی دل آویزی پیدا کردی۔ مکان کے دروازے پہلے لکڑی سے اور پھر مٹی سے بند ہوئے، ہاتھ، مٹی کے ڈھیلے اُٹھا اُٹھا کر ڈال رہے ہیں اور زبان ذکر الٰہی کا زمزمہ تسکین وتسلی کے لیے سنائے جارہی ہے کہ اس میں گھبرانے اور ڈرنے کی کون سی بات ہے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ۔ ارے! یہ پیاری مٹی تو وہی ہے جس سے سارا گوشت بنا تھا اور بنانے والے بھی ہم ہی تھے۔ بس اُسی کی طرف تو واپس ہورہے ہو، یہ کوئی اجنبی اور نامانوس چیز تھوڑی ہی ہے۔ اور واپس کرنے والے بھی ہم ہی ہیں۔ اپنوں سے بڑھ کر اپنے، کوئی غیر نہیں۔ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ۔ اور اسی سے ایک دن پھر صحیح وسالم تمہیں برآمد کریں گے اور پھر وہ بھی ہم ہی ہوں گے، سابقہ کسی اور

سے پڑنے والا نہیں۔ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ چلتے چلتے پھر میت کے حق میں دعائیں خدائے واحد سے، اور پھر قبرستان سے واپسی۔ مسلمان کی روزانہ زندگی کے سارے مناظر پیدائش سے لے کر موت تک اپنی نگاہ کے سامنے لے آیئے، ہر جگہ آپ کو دوسری قوموں سے، دوسری ملتوں سے، دوسری اُمتوں سے ایک شانِ امتیاز نظر آئے گی، اطوار وآداب میں، بے داری وخواب میں، وضع ولباس میں، بھوک اور پیاس میں۔ صبح بستر سے اٹھے گا تو ساتھ ہی کہے گا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ کھانے پر بیٹھے گا تو لقمہ منہ میں بعد کو رکھے گا پہلے کہے گا بِسْمِ اللّٰه۔ پانی ٹھنڈا حلق سے اُتارے گا تو ساتھ ہی منہ سے نکلے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰه۔ گوشت کے لیے زبان چٹخارہ لے گی، تو تلاش حلال جانور کی کرے گا اور اسے بھی پہلے قبلہ رُخ لٹائے گا۔ بِسْمِ اللّٰهِ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ لے گا جب کہیں جاکر چھری چلائے گا۔ یہ سب اگر میری ہی نشانیاں اور میری ہی جلوہ آرائیاں نہیں ہیں تو آخر کیا ہیں؟

تعارف کے بعد یاد کرلیجیے، اپنے ملک کے ایک زنّار دار دہریے کا یہ تجاہل، کہ ہندوستان میں اسلامی تمدن سرے سے ہے کہاں؟ ——— آفتاب کی روشنی کا روز روشن میں اس سے بڑھ کر انکار کس نے اور کب کیا ہوگا؟ میں تو جزو ہوں ہر مسلمان، ہاں! ہندی مسلمان کی بھی زندگی کا۔ اس کی روح میں داخل، اس کی ہر سانس میں شامل!

لیکن میری حقیقت اچھی طرح سمجھ لیجیے جزو ہوں کُل نہیں، فرع ہوں اصل نہیں، شعاع ہوں آفتاب نہیں۔ میری اصل وبنیاد جو کچھ ہے وہ دین اسلام ہے ——— دنیا کی کشت زار کے حق میں بارانِ رحمت، خالق کا اپنی مخلوق پر سب سے بڑا احسان ——— تمدنِ اسلام کے معنی یہ نہیں کہ کسی ملک یا زمانے کی مسلمان آبادی نے اکٹھے ہوکر جغرافی، تاریخی، نسلی حالات کے ماتحت اپنے لیے کچھ دستور وضع کرلیے اور ان کا نام تمدن اسلام رکھ لیا۔ تمدن اسلام نام ہے اسلام کے تمدن کا، مسلمانوں کے تمدن کا نہیں۔ میں مصنوع نہیں، مخلوق ہوں، بندوں کے ذہنی اختراع کا نتیجہ نہیں، خالق کے احکام کا آئینہ بردار ہوں۔ مسیحی تمدن، ہندو تمدن وغیرہ کے الفاظ سے دھوکا کھا کر میرے متعلق یہ نہ فرض کرلیجیے کہ جس طرح وہ نام ہیں دوسری قوموں کے ہزار ہا سالہ مجموعی تاریخی روایات کے، حکایات کے، خرافات کے، اسی طرح میں بھی پیداوار ہوں، عرب وعجم کے اختلاط کا، یادگار ہوں طغرل وچنگیز کے اقتدار کا! تمدن اسلام صرف وہ تمدن، وہ طرز زندگی ہے، جو ثابت ہے قرآن پاک سے اور سنت رسول انامؐ سے اور یا پھر مستنبط ہوتا ہے انہی دونوں سے ائمہ مجتہدین واکابر فقہاء کے قواعد واصول سے۔ یہ تصریح اس لیے ضروری ہوئی کہ کہیں تعزیہ اور علم، براق وضریح، روشنی وآتش بازی، حلوہ ولمیدہ، ڈھول اور طنبورہ، چادر اور گاگر کو بھی میرا جزو نہ سمجھ لیا جائے، حاشا! میں ان سے بَری، ایک بار نہیں، ہزار بار بَری!

لوگوں کو یہ دھوکا یوں لگا کہ اسلام کو دوسرے مذہبوں پر قیاس کرلیا گیا۔ اسلام دوسرے موجودہ مذہبوں کی طرح کوئی وردی نہیں کہ اسے اتوار کے دن گرجا جاتے ہوئے، یا صبح وشام مندر میں پوجا کے لیے جاتے وقت جسم پر ڈال لیا اور واپسی میں اتار کر ٹانگ دیا اور پھر ہر معاملے میں آزاد، اور بے فکر اور مطلق العنان۔ جو چاہا کھایا پیا، جس طرح چاہا رہے سہے، جس سے چاہا ملے جلے ——— یہاں تو قدم قدم پر پہرا بیٹھا ہوا، آزادیوں کا دامن ہر طرف سے سلا ہوا۔ جانور فلاں حرام اور فلاں حلال۔ حلال کو بھی ذبیحے کے طریق پر اپنے لیے حلال کیجیے، ورنہ اس کے ذائقہ سے بھی محروم رہیے۔ شراب نہ پیجیے، افیون سے شوق نہ کیجیے، بھنگ بوٹی سے دور ہی کی آشنائی رکھیے، سودی کاروبار کے پاس نہ پھٹکیے، ساہوکارہ کھول کر گھر بھر لینے کا خیال بھی دل میں نہ بسایئے۔ دلی چاوڑی بازار یا لکھنؤ چوک سے گزرنا ہو تو کوٹھوں کی طرف آنکھ نہ اُٹھایئے۔ مرد ریشم سے اپنے جسموں کو زینت نہ دیں، عورتیں اپنی زیبائش، جمال کی چھاؤں بھی نامحرموں پر نہ پڑنے دیں۔ گھر میں بچہ پیدا ہوا تو یہ نہ ہو کہ خوشی میں آکر لگے ڈھول پر ڈھول ٹوٹنے اور طبلہ سارنگی کی آواز سے فضا گونجے، اور کوئی عزیز چل بسے تو یہ نہ ہو کہ افراط غم میں شروع ہوجائیں شریعت کی زنجیریں ٹوٹنی۔ غرض زندگی کا کوئی شعبہ، بڑا یا چھوٹا ایسا نہیں جس میں دین فطرت نے انسانی ہوا وہوس کو آزاد وبے قید چھوڑ دیا ہو اور اس کی انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگیوں کو طرح طرح کی ہدایات سے جکڑ نہ دیا ہو ——— ٹھیک اس حکیم حاذق کی طرح جو مریض کو کھانے پینے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے، دوا دوش ہر ہر جزیے کی رعایت اپنے دستور العمل میں رکھے ہوئے ہے اور ایک مکمل پروگرام چوبیسوں گھنٹوں کا، آپ کے ہاتھوں میں دے چکا ہے۔

عقاید کے بعد، اس جامع مفصل، کامل ومکمل نظام عمل کے جتنے جزو کا تعلق براہِ راست خالق سے ہے، اُس کا نام سہولت کے لیے عبادت پڑ گیا اور نماز وروزہ، زکوٰۃ وحج وغیرہ اس کی قسمیں قرار پائیں۔ باقی جن اجزا کا تعلق بندوں کے باہمی میل جول، لین دین، صلح وجنگ، کھیل کود سے ہے، ان کے مجموعہ کا نام ہے تمدن اسلام یا معاشرت اسلامی، اور یہی میں ہوں ———

میں پکار کر کہتا ہوں کہ دنیا بھوک سے تڑپ رہی ہے اور میں ہوں اس کے لیے ایک طاقت بخش غذا۔ دنیا درد سے لوٹ رہی ہے اور میں ہوں اس کے حق میں نسخہ شفا۔ پریشانیاں جو کچھ بھی چھائی ہوئی ہیں، سب اس لیے کہ مجھے چھوڑ رکھا ہے۔ مصیبتیں جتنی بھی آئی ہوئی ہیں، سب اس لیے کہ مجھ سے منہ موڑ رکھا ہے۔ یہ دعوے کا اعلان ہے اور میں چاہتا ہوں کہ یہ پیام پہنچائے بیسویں صدی کی زار ونزار، لاغر وبیمار دنیا کے کان تک، میرے فرزندوں کے ذریعے سے، علی گڑھ کے جگر گوشوں کے وسیلے سے۔

دنیا آج نشہ بازی کی جن لعنتوں میں گرفتار ہے، اس کی داستان دہرانے کے لیے بھی وقت چاہیے۔ افیون، چانڈو، مدک، کوکین، ہیروئن اور سب سے بڑھ کر شراب۔ دنیا کی دولت کا اربوں روپیہ انہی پر صرف ہورہا ہے اور پھر بیماریاں اور جرائم جو اُن سے پھیل رہے ہیں ان کا شمار ہی نہیں۔ لیگ آف نیشنس کو نشن پر کو نشن تیار کرتی چلی جاتی ہے، کیشن پر کیشن بٹھاتی چلی جاتی ہے۔ مختلف حکومتیں امتناع (Prohibition) کے قانون پر قانون بناتی چلی جاتی ہیں اور دنیا کے بڑے مدبّرین کی عقلیں چرخ ہوگئی ہیں ——— میں جب زندہ وتوانا تھا میرے عہد شباب میں بھی کوئی دشواری اس قسم کی پیش آئی تھی؟ شراب تو عرب کی گھٹی میں پڑی

ہوئی تھی، بغیر اس کے ان کے نزدیک جینا محال تھا۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتنے شرابی حجاز میں، نجد میں، یمن میں، سارے ملک عرب میں باقی رہ گئے تھے؟ عمر فاروقؓ کے زمانے میں عراق، ایران، خراسان، حلب، دمشق، مصر، سب میرے زیر نگیں آچکے تھے۔ اس سارے عرب ایمپائر میں کتنے افیونی تھے، کتنے شرابی؟ جواب دل کی عقیدت سے نہیں، تاریخ کے اوراق سے حاصل کیجیے۔ تاریخ بھی شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی کی لکھی ہوئی نہیں، اُن کے قلم سے نکلی ہوئی جن کی زندگی کا مشن ہی اسلام، تاریخ اسلام کو سیاہ کر کے دکھانا ہے! ہمارے ہاں بھی کوئی تیوہار، کوئی مقدس گھڑی ایسی آتی ہے کہ شراب کو چھونا، چکھنا، پینا، جسم پر لگانا بطور شگون ضروری ہو؟

میرے بچے بھی ''یوکرسٹ'' اور ہولی کے تقدس سے واقف ہیں؟ امتناع کے قوانین نافذ کر کے دنیا میری ہی ناقص اور ناتمام نقالی کی طرف آرہی ہے یا نہیں؟

نشے اور جوئے کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ عرب تہذیب جاہلی جس طرح شراب کی متوالی تھی، جوئے کی بھی دیوانی تھی، اور آج کی مہذب قوموں کی زندگی میں تو جوا طرح طرح کے ناموں اور خوش نما دلفریب اصطلاحوں کے ساتھ رگ وریشے میں پیوست ہوگیا ہے۔ لاٹری اور انشورنس اور گھوڑ دوڑ میں بازی اور فٹ بال میں بازی اور کارنیوال اور کلی بیگ اور کراس ورڈ پزل (الفاظ کے معمے) وغیرہ وغیرہ۔ مجنونوں اور امراض دماغی کے مریضوں کی کتنی تعداد ہر سال یہی خوش اعمالیاں بڑھا رہی ہیں (واقعات خودکشی کے اسباب، کس کثرت سے، بالآخر نشہ اور قمار ہی پر ختم ہوتے ہیں) —— میرے زمانہ عروج واقبال کی تاریخ پڑھ جایئے، اس عہد میں بھی کوئی مشہور جواری ملے گا! قمار کی عزت کسی نام کے ساتھ اور کسی پردے میں نظر آئے گی؟ میرے دور میں بھی کہیں اس کی نظیر ملے گی کہ فلاں عظیم الشان راجہ اپنے بھائیوں سمیت اپنا راج پاٹ، بلکہ اپنی عزت وناموس تک جوئے میں ہار بیٹھے اور آخر جلا وطنی پر مجبور ہوئے؟ میرے عہد میں بھی راجہ نل بطور ہیرو کے نظر آئیں گے؟ میرے ہاں بھی دستور رہا ہے کہ نوروز، یوں منایا جائے کہ لکشمی دیوی کی پوجا کے ساتھ جوئے کو بھی جزو عبادت بنالیا جائے اور قانون تعزیرات ہند تک کو دو تین دن کے لیے جوئے کی آزادی دینی پڑے؟ میرے دور میں بھی کسی ماؤنٹ کارلو کی شہرت چمکی ہے؟ میرے ہاں بھی کہیں ایسا ہوا ہے کہ کسی علاقے کی آمدنی کا بڑا حصہ جوئے ہی کی رقم سے آتا ہو؟ اس وقت بھی کسی شہر سے متعلق یہ تصریح آپ کو ''انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا'' میں نظر پڑتی ہے کہ وہاں کے جوئے کی آمدنی کا ٹھیکہ فلاں کمپنی نے لیا ہے اور وہ ہر سال حکومت کو ۹۰،۹۰ ہزار، یا ایک ایک لاکھ پونڈ دیتی رہتی ہے! ۱۳،۱۳ لاکھ روپیہ سالانہ جب کمپنی کے کیشن کا ایک حصہ ہوا، تو اس بے انداز دولت کا جو جواریوں کی جیبوں میں اوّل بدل کرتی رہتی ہے کوئی اندازہ کرسکتا ہے؟ ''انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس'' کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ قمار بازی کی بندش ہو کیوں کر، اس کی عمر تو تاریخ انسانیت کے دامن سے وابستہ ہے۔ بے شک یورپ کی تحقیق میں ایسا ہی ہوگا، کاش اس کلیے سے تمدن اسلام کو مستثنیٰ کردیا ہوتا!

خوشی کی تقریبات سب ہی قومیں مناتی ہیں، لیکن یہ جشن قومی کے موقعے عموماً شرافت، متانت وعصمت کے مقتل ہی ہوتے ہیں۔ دوسری قوموں اور مذہبوں کی تاریخیں اٹھا کر پڑھ لیجیے اور کتب بینی کی فرصت نہ ہو تو اپنی آنکھوں ہی سے گردوپیش کی قوموں کا حال ملاحظہ فرمالیا جائے۔

سال میں دو جشن میرے ہاں بھی آتے ہیں، ایک عید، دوسرے عید الاضحیٰ اور اسی کو عرف عام میں بقرعید کہتے ہیں۔ دونوں موقعوں پر خوشی اتنی ہوتی ہے کہ اس کے اظہار کے لیے عید کا نام ہی ضرب المثل بن گیا ہے، لیکن اس بے انداز خوشی کے ساتھ، بدمستی اور بے خودی کہیں آس پاس بھی آنے پاتی ہے۔ یہاں یہ نہیں ہوتا کہ ہزار ہا مرد ہر عمر اور ہر طبیعت کے اور ہزار ہا عورتیں ہر سن وسال کی، دریا میں مخلوط غسل کے وہ وہ نظارے پیش کریں کہ خود بے حیائی کی نگاہیں نیچی ہوجائیں۔ یہ بھی نہیں ہوپاتا کہ ہزار ہا کے مجمع پر Holiday Mood کی وہ بدمستی طاری ہو کہ پولیس کے سارے انتظامات اور ضبط وانضباط کی ساری بے جا شہرت کے باوجود بیسیوں لاشیں نکلیں اور پچاسوں زخمیوں کے لیے ایمبولنس کار کی خدمات کی ضرورت پڑجائے۔ (امریکہ اور یورپ کے ہر میلے ٹھیلے کی رپورٹ انگریزی اخبارات میں پڑھ دیکھیے) یہاں ہوتا ہے تو یہ کہ عید سے لطف اٹھانے کے لیے پہلے مہینے بھر کے مسلسل روزے رکھیے۔ صبح سے شام تک دانہ پانی اپنے اوپر حرام کر لیجیے، جب کہیں جا کر عید کا چاند نظر آئے گا۔ اُس وقت اس عبادت کا شکر، یوں عبادت ہی کی صورت میں منایئے کہ روز صبح اٹھ کر وضو کرتے تھے آج غسل کیجیے، روز، نماز پانچ وقت کی پڑھتے، آج چھ وقت کی پڑھیے۔ دن نکلنے کے بعد ذرا اچھا سا لباس پہن گھر سے باہر عیدگاہ کے قصد سے نکلیے اور وہاں پہنچ کر سب کے ساتھ مل کر نماز پڑھیے اور خطبہ سنیے اور اس کے قبل ہی کچھ خیر خیرات کر ڈالیے اور دن بھر دوست احباب، عزیز وآشناؤں سے ملتے رہیے۔ جس عید کی اتنی دھوم مچی ہوئی ہے، یہ ہے اس کی کُل کائنات! بقرعید میں بجائے نقد وجنس کی خیرات کے، بعد نماز، حسب مقدور جانوروں کی قربانی پیش کیجیے۔ عیدگاہ جاتے آتے، دونوں عیدوں کے موقع پر کسی مائی، ماتا دیوی، دیوتا کی جے پکارتے نہیں، بآواز بلند ذکر الٰہی کرتے رہیے۔

کیا میرے ہاں بھی بندروں کے چہرے لگانے پڑتے ہیں؟ میرے ہاں بھی جسم پر راکھ اور بھبھوت مل، طرح طرح کے روپ بھرنے پڑتے ہیں؟ میرے ہاں بھی ماؤں اور بہنوں اور بیٹیوں کے سامنے گندے سے گندے گیت گانے ہوتے ہیں؟ میرے ہاں بھی یہ ہوتا ہے کہ اس نے مارے پچکاریوں کے اس کی شکل بگاڑ دی اور اُس نے اتار لگا کہ انسان کے بجائے انسان کا ''کیری کیچر'' بنادیا؟ —— مستیوں میں بھی اتنا ہوش، سوا میرے دامن کے اور کس کے سائے میں ملے گا؟ کھیل کود میں بھی اتنی صفائی اور ستھرائی! اس لطافت کی، اس نفاست کی، اس نظافت کی مثال اور کہیں ملے گی؟

کوئی نسبت بھی ان آنکھوں سے ہے پیمانہ کو؟

ہم سایہ قوموں میں اپنے اپنے تیوہاروں کو ''پوتر'' یعنی پاک وصاف بنانے کی جو تحریکیں شروع ہوئی ہیں، یہ سب اگر میرا فیض نہیں تو اور کیا ہے؟

(جاری)

دین کی حقیقت: تسلیم ورضا

.....مولانا محمد تقی عثمانی

خطبہ مسنونہ کے بعد

اما بعد! عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا مرض العبد او سافر کتب لہ مثل ما کان یعمل مقیماً صحیحاً (صحیح بخاری، کتاب الجہاد باب یکتب للمسافر مثل ما کان یعمل فی الاقامۃ، حدیث نمبر ۶۹۹۲)

بیماری اور سفر میں نیک اعمال کا لکھا جانا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجلۂ صحابہ اور فقہاء صحابہ میں سے ہیں اور ان حضرات میں سے ہیں جنہوں نے دو مرتبہ ہجرت فرمائی، ایک مرتبہ حبشہ کی طرف اور دوسری مرتبہ مدینہ طیبہ کی طرف، وہ روایت کرتے ہیں کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کی حالت میں ہوتا ہے تو عبادات اور نیک اعمال صحت کی حالت میں یا اقامت کی حالت میں کیا کرتا تھا، جب بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ چھوٹ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ وہ سارے اعمال اس کے نامہ اعمال میں لکھتے رہتے ہیں''۔ باوجود یہ کہ وہ بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ اعمال نہیں کر پا رہا ہے اس لیے کہ اگر وہ تندرست ہوتا یا اپنے گھر میں ہوتا تو یہ اعمال کرتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی بڑی تسلی اور نعمت کی بات بتادی کہ بیماری میں معذوری اور مجبوری کی وجہ سے جب معمولات چھوٹ رہے ہیں تو اس پر بہت صدمہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ اگر تندرست ہوتا تو یہ کام کرلیتا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو لکھ رہے ہیں۔

نماز کسی حالت میں معاف نہیں

لیکن اس کا تعلق صرف نفلی عبادت سے ہے جو عبادات فرض ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے جو تخفیف و ''آسانی'' کردی ہے اس تخفیف کے ساتھ ان کو انجام دینا ہی ہے، مثلاً نماز ہے، انسان کتنا ہی بیمار ہے بستر مرگ پر ہو اور مرنے کے قریب ہو تب بھی نماز ساقط نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے یہ آسانی تو فرمادی کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں تو بیٹھ کر پڑھ لو، بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت نہیں تو لیٹ کر پڑھ لو، وضو نہیں کرسکتے تو تیمم کرلو، اگر کپڑا پاک رکھنا بالکل ممکن نہیں تو اسی حالت میں پڑھ لو، لیکن نماز کسی حالت میں معاف نہیں، جب تک انسان کے دم میں دم ہے، ہاں اگر کوئی بے ہوش ہوجائے یا غشی طاری ہوجائے اور اس حالت میں چھ نمازوں کا وقت گزر جائے تو اس وقت نماز معاف ہوجاتی ہے، لیکن جب تک ہوش میں ہے اور دم میں دم ہے اس وقت تک نماز معاف نہیں۔

بیماری میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان بیمار ہوا اور اب کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے، بیٹھ کر پڑھنے کی قدرت نہیں تو لیٹ کر پڑھ رہا ہے، ایسے موقع پر بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ وہ دل تنگ کرتے رہتے ہیں کہ اس حالت میں اب کھڑے ہو کر پڑھنے کا موقع نہیں مل رہا ہے اور بیٹھ کر پڑھنے کا بھی موقع نہیں مل رہا ہے لیٹے لیٹے نماز پڑھ رہا ہوں پتہ نہیں کہ وضو بھی ٹھیک ہو رہا ہے یا نہیں تیمم بھی صحیح ہو رہا ہے یا نہیں، ان چیزوں میں پریشان رہتے ہیں حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تسلی کر رہے ہیں کہ جب تم مجبوری کی وجہ سے ان چیزوں کو چھوڑ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے نامۂ اعمال میں لکھ رہے ہیں جو تندرستی کی حالت میں تم کیا کرتے تھے۔

اپنی پسند کو چھوڑو

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ان اللہ یحب ان تؤتی رخصہ کما یحب ان تؤتیٰ عزائمہ''۔ (مجمع الزوائد، ج ۳/ص: ۱۶۲)

''یعنی جس طرح عزیمت جو اعلیٰ درجے کا کام ہے اس پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اسی طرح اگر مجبوری کی وجہ سے اگر رخصت پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی پسند کرتے ہیں'' لہٰذا اپنی پسند کی فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ کو جو حالت پسند ہے وہی حالت مطلوب ہے۔

آسانی اختیار کرنا سنت ہے

بعض لوگوں کی طبیعت سخت کوشی کی ہوتی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مشقت کا کام کریں بلکہ مشقت ڈھونڈتے ہیں، اس لیے ڈھونڈتے ہیں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں زیادہ ثواب ہے چونکہ بہت سے بزرگوں سے بھی اس قسم کی باتیں منقول ہیں، لہٰذا ان کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ نہیں کہنا چاہئے، لیکن سنت کا طریقہ وہ نہیں سنت کا طریقہ یہ ہے جو حدیث میں منقول ہے کہ "ماخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین قط الا اخذ ایسرھما" (صحیح بخاری، کتاب الادب، حدیث نمبر ۶۱۲۶)

"جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ اس میں سے آسان تر کو اختیار فرماتے"۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آسانی اختیار کرنا، معاذ اللہ تن آسانی کے لیے تھا؟ اور کیا مشقت اور تکلیف سے بچنے کے لیے یا دنیاوی راحت اور آرام حاصل کرنے کے لیے تھا؟ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں ہوسکتا کہ آپ تن آسانی اور راحت وآرام حاصل کرنے کے لیے آسان راستہ اختیار فرماتے تھے، لہٰذا اس کی وجہ وہی ہے کہ آسان راستہ اختیار کرنے میں عبدیت زیادہ ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے بہادری نہیں ہے بلکہ شکستگی ہے، میں تو عاجز بندہ ہوں، ناکارہ ہوں، میں تو آسان راستہ اختیار کرتا ہوں، یہ بندگی کا اظہار ہے، اور اگر مشکل راستہ اختیار کیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بہادری جتاتا ہے۔

دین "اتباع" کا نام ہے

دین کی ساری بنیاد یہ ہے کہ کسی خاص عمل کا نام دین نہیں، کسی خاص شوق کا نام دین نہیں، اپنے معمولات پورے کرنے کا نام دین نہیں، اپنی عادت پوری کرنے کا نام دین نہیں، دین نام ہے ان کی اتباع کا، وہ جیسا کہیں ویسا کرنے کا نام دین ہے، ان کو جو چیز پسند ہے اس کو اختیار کرنے کا نام دین ہے اور اپنے آپ کو ان کے حوالے کردینے کا نام دین ہے، وہ جیسا کرا رہے ہیں وہی بہتر ہے، یہ جو صدمہ اور حسرت ہوتی رہتی ہے کہ ہم تو بیمار ہوگئے اس واسطے کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھی جارہی ہے لیٹ کر پڑھ رہے ہیں، یہ صدمہ کرنے کی بات نہیں ارے اللہ تعالیٰ کو وہی پسند ہے اور جب یہی پسند ہے تو اس وقت کا تقاضہ یہی ہے کہ یہ کرو اور ان کو ویسا ہی کرنا پسند ہے، اگرچہ اس وقت تم کو زبردستی کھڑے ہوکر نماز پڑھنا پسند ہے لیکن اپنی تجویز کو فنا کردینے اور اللہ جل جلالہ نے جیسا مقدر کردیا اس پر راضی رہنے کا نام بندگی ہے، اپنی طرف سے تجویز کرنا کہ یوں ہوتا تو یوں کرلیتا یہ کوئی بندگی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے بہادری مت دکھاؤ

جب اللہ تعالیٰ یہ چاہ رہے ہیں کہ بندہ تھوڑا سا ہائے ہائے کرے تو ہائے ہائے کرو، ایک بزرگ دوسرے بزرگ کے پاس عیادت کے لیے گئے تو دیکھا کہ وہ بزرگ بڑی سخت تکلیف میں ہیں لیکن بجائے کچھ کراہنے کے "اللہ اللہ" اور "الحمد للہ" "الحمدللہ" کا ورد کررہے ہیں ان بزرگ نے فرمایا: بھائی! یہ تمہارا "الحمد للہ" کرنا بڑا مبارک باد ہے، لیکن یہ موقع اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کا ہے، کہ "یا اللہ مجھے عافیت عطا فرمادیجئے" اس وقت میں "الحمدللہ" کہنا، یہ اللہ کے سامنے بہادری دکھانا ہے کہ اللہ میاں! آپ تو مجھے بیمار کررہے ہیں لیکن میں اتنا بہادر ہوں کہ میری زبان پر کبھی آہ نہیں آئے گی، تو اللہ تعالیٰ کے سامنے بہادری دکھانا یہ کوئی بندگی نہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے شکستگی دکھانا بندگی ہے، وہ جب چاہ رہے ہیں کہ بندہ تھوڑا سا ہائے ہائے کرکے پکارے تو عاجز اور بے بس بن کر اللہ میاں کو پکارو کیسے پکارو؟ جیسے حضرت ایوب علیہ السلام نے پکارا تھا کہ: "انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین" (سورۃ الانبیاء:۸۳) پیغمبر سے زیادہ کون بہادر ہوگا، اتنی زبردست بیماری اور اتنی زبردست تکلیف، لیکن اللہ میاں کو پکار رہے ہیں کہ "مسنی الضر" اے اللہ مجھے تکلیف پہنچ گئی ہے، "وانت ارحم الراحمین" لہٰذا جب وہ چاہ رہے ہیں کہ ان کو پکارا جائے اور آدمی تھوڑا سا کراہے تو پھر کراہنے میں ہی مزہ ہے، وہ جیسا کہیں اسی کے کرنے میں مزہ ہے، اللہ میاں کے سامنے اتنا ضبط بھی اچھا نہیں، یہ بھی بندگی کے خلاف ہے۔

انسان کا اعلیٰ ترین مقام

یاد رکھو! انسان کا اعلیٰ ترین مقام جس سے اونچا مقام کوئی اور نہیں ہوسکتا وہ "عبدیت" اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے اوصاف بیان فرمائے، فرمایا کہ:

"انا ارسلناك شاهداً ومبشرا ونذيرا وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيراً" (سورۃ الاحزاب:۴۵، ۴۶) اے نبی ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے

اور آپ بشارت دینے والے ہیں، اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں، اور آپ ایک روشن چراغ ہیں"۔

یعنی ہم نے آپ کو شاہد، مبشر، نذیر، داعی اور سراج منیر بنا کر بھیجا، دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے اوصاف ذکر فرمائے، لیکن جہاں معراج کا ذکر آیا اور اپنے پاس بلانے کا ذکر فرمایا، وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "عبد" کا لفظ ذکر کیا، فرمایا "سبحان الذی اسریٰ بعبدہ" (سورۃ بنی اسرائیل) یعنی وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندے کو لے گیا "یہاں شاہد" اور "سراج منیر" کے الفاظ نہیں لائے بلکہ صرف ایک لفظ "عبد" لائے، یہ بتلانے کے لیے کہ انسان کا سب سے اونچا مقام عبدیت کا مقام ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بندگی، شکستگی اور عاجزی کا مقام ہے۔

توڑنا ہے حسن کا پندار کیا؟

ہمارے بڑے بھائی تھے محمد ذکی کیفی مرحوم، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، شعر بہت اچھے کہا کرتے تھے انہوں نے ایک بہت اچھا شعر کہا ہے لوگ اس کا صحیح مطلب نہیں سمجھتے اسی بات کو انہوں نے بڑے خوبصورت پیرائے میں کہا ہے۔ کہتے ہیں

اس قدر بھی ضبط غم اچھا نہیں
توڑنا ہے حسن کا پندار کیا؟
(کیفیات: ذکی کیفی:۱۴۱)

یہ جو غم کو اتنا ضبط کررہے ہو کہ منہ سے "آہ" بھی نہ نکلے "کراہ" بھی نہ نکلے، تو کیا تم اس کے پندار کو توڑنا چاہتے ہو جو تمہیں اس غم میں مبتلا کررہا ہے؟ اس کا پندار توڑنا مقصود ہے؟ اس کے آگے بہادری دکھانا چاہتے ہو؟ یہ بندہ کا کام نہیں بندہ کا کام تو یہ ہے کہ جب اس نے ایک تکلیف دی تو اس تکلیف کا مقتضا یہ ہے کہ اس تکلیف کے ازالے کے لیے اس کو پکارا جائے، اگر اس نے غم دیا ہے تو اس غم کا اظہار شرعی حدود میں رہ کر کیا جائے، جیسا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، کہ جب بچے کا انتقال ہوگیا تو فرمایا: "انا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون" "اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی پر بڑے غمگین ہیں" (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا بک لمحزونون حدیث نمبر ۱۳۰۳)

بات یہ ہے کہ جس حالت میں اللہ تعالیٰ رکھتے ہیں وہی حالت پسندیدہ ہے جب وہ چاہ رہے ہیں کہ لیٹ کر نماز پڑھو تو پھر لیٹ کر ہی نماز پڑھو اس وقت لیٹ کر پڑھنے ہی میں وہ ثواب اور وہ اجر ہے جو عام حالت میں کھڑے ہوکر پڑھنے میں ہے۔

رمضان کا دن لوٹ آئے گا

ہمارے حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب قدس اللہ سرہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات نقل فرماتے تھے کہ ایک شخص رمضان میں بیمار ہوگیا اور بیماری کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیا، اب اس کو غم ہورہا ہے کہ رمضان کا روزہ چھوٹ گیا، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ غم کرنے کی کوئی بات نہیں، یہ دیکھو کہ تم روزہ کس کے لیے رکھ رہے ہو؟ اگر یہ روزہ اپنی ذات کے لیے رکھ رہے ہو اپنی خوشی کے لیے اور اپنا شوق پورا کرنے کے لیے روزہ رکھ رہے ہو تو بے شک اس پر صدمہ کرو کہ بیماری آگئی اور روزہ چھوٹ گیا لیکن اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے روزہ رکھ رہے ہو، اور اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ بیماری میں روزہ چھوڑ دو، تو مقصود پھر بھی حاصل ہے، اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے "لیس من البر الصیام فی السفر" (صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لیس من البر الصوم فی السفر، حدیث نمبر ۱۹۴۶) "سفر کی حالت میں جب کہ شدید مشقت ہو۔ اسوقت روزہ رکھنا کوئی نیکی کا کام نہیں"۔

لیکن قضا کرنے کے بعد جب عام دنوں میں روزہ رکھو گے تو اس میں وہ تمام انوار وبرکات حاصل ہوں گے جو رمضان کے مہینے میں حاصل ہوتے تھے، گویا کہ اس شخص کے حق میں رمضان کا دن لوٹ آئے گا اور رمضان کے دن روزہ رکھنے میں جو فائدہ حاصل ہوتا وہ فائدہ اس دن قضا کرنے میں ہوجائے گا، لہٰذا اگر شرعی عذر کی وجہ سے روزے قضا ہورہے ہیں، مثلاً بیماری ہے، سفر ہے، یا خواتین کی طبعی مجبوری ہے اس کی وجہ سے روزے قضا ہورہے ہیں تو غمگین ہونے کی کوئی بات نہیں اس وقت میں روزہ چھوڑ دینا اور کھانا، پینا ہی اللہ کو پسند ہے اور لوگوں کو روزہ رکھ کر جو ثواب مل رہا ہے تمہیں روزہ نہ رکھ کر وہی ثواب مل رہا ہے اور عام لوگوں کو بھوکا رہ کر جو ثواب مل رہا ہے تمہیں کھانا کھا کر مل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ وہی انوار وبرکات عطا فرمارہے ہیں جو عام روزہ داروں کو عطا فرمارہے ہیں، اور پھر جب بعد میں اس روزے کی قضا کروگے تو قضا کے دن رمضان کی ساری برکتیں اور سارے انوار حاصل ہوں گے، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

☆☆☆☆☆

لائحۂ عمل

دعوت اسلامی کے میدان میں

حکمتِ عملی کی ضرورت

مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی

آج عالم اسلام کے ہر ملک اور شہر میں مسلمانوں کو ترقی دینے اور انہیں آگے بڑھانے کے لیے وہاں کے ماحول وحالات کے مطابق مختلف شکلوں میں کوششیں کی جاری ہیں، بہت سی سیاسی، تعلیمی اور اجتماعی تحریکیں اور ادارے مسلمانوں میں صنعت وحرفت کو رواج دینے کے لیے سرگرم عمل ہیں، عالم اسلام کا شاید ہی کوئی خطہ اس قسم کی رفاہی تنظیموں اور تحریکوں سے خالی ہو، یہ تنظیمیں اور ادارے مسلم اکثریتی ممالک میں عام طور پر حکومت کے تحت کام کرتے ہیں، ہاں البتہ جن ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور وہاں کی حکومتیں سیکولر ہیں تو وہاں مسلمان خود ہی ان اداروں کو چلاتے اور ان کا نظم ونسق کرتے ہیں۔

ان تحریکوں کے مقاصد میں مسلمانوں کے مختلف اداروں کے ذریعہ چلائی جارہی تعلیمی مہم کو فروغ دینا سرفہرست ہے، بالخصوص غیر اسلامی ممالک میں دیگر سرگرمیوں اور کوششوں کی بنسبت تعلیمی مہم کو آگے بڑھانے کو زیادہ اہمیت بلکہ اولیت حاصل ہے، اس لیے کہ تعلیم ہی ایک ایسا میدان ہے جس میں مسلمان اقلیت میں ہوتے ہوئے بھی مقابلہ کرنے، نیز اپنی صلاحیتوں کو فروغ دینے اور اپنی لیاقت وقابلیت کو ثابت کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور اسی کے ذریعہ معاشرہ میں وہ کوئی اہم مقام حاصل کرسکتے ہیں، پھر مسلم مخالف حکومتوں کے سوا دنیا کا کوئی نظام اور دستور سماج کے کسی طبقہ کو جسے قانونی شہری کی حیثیت حاصل ہو تعلیم سے نہیں روکتا۔

مسلمانان ہند نے ہندوستان کی اپنی طویل تاریخ میں بہت سے تعلیمی، تربیتی، سیاسی اور اقتصادی نظریات اور تحریکوں کا سامنا کیا، لیکن انہوں نے دینی تعلیم کے لیے پرائیویٹ مدارس اور جدید عصری تعلیم کے لیے اسلامی ادارے قائم کرکے اپنے دینی تشخص اور ملی امتیازات کو برقرار رکھا، ان میں سے بعض اداروں کو بین الاقوامی سطح پر تسلیم کیا جاتا ہے، یہ اسلامی مدارس اور عصری دانشگاہیں حکومتی اداروں کے معاندانہ رویہ اور ان کے متواتر حملوں کے باوجود آج تک اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

دوسری طرف مسلمانوں نے ملک کے مختلف حصوں میں رفاہی وامدادی جمعیتیں (Charitable Trusts) قائم کیں جن کے مقاصد میں غیر سودی قرض دینا، صنعتی منصوبوں کو فنڈ فراہم کرانا اور مسلمان نوجوانوں کا تعلیم جاری رکھنے کے لیے تعاون کرنا شامل ہے تاکہ اقتصادی مسائل ان کی تعلیمی ترقی میں حائل نہ ہوسکیں۔

ان گراں قدر کوششوں کے علاوہ ان تمام علاقوں میں جہاں قابل لحاظ تعداد میں مسلمان رہتے ہیں حتی کہ دیہی اور پہاڑی علاقوں تک میں مدارس ومکاتب کے قیام کے لیے کوششیں جاری ہیں، یہ تمام سرگرمیاں حکومتی امداد کے بغیر محض اہل خیر حضرات کے رضاکارانہ تعاون سے جاری ہیں، بلکہ اس کے برخلاف مسلم مخالف عناصر ان کے تئیں معاندانہ اور جانبدارانہ رویہ رکھتے ہیں اور بسا اوقات ان تعلیمی کوششوں کو ناکام کرنے کے لیے مدارس پر دہشت گردی کے اڈے ہونے کا الزام لگا کر ان کے خلاف کارروائیاں کی جاتی ہیں جس کے نتیجہ میں ذمہ داران مدارس کو مصائب وشدائد بلکہ بعض حالات میں قید وبند کی سختیوں تک سے دوچار ہونا پڑتا ہے، ایک طرف یہ سب کچھ ہے اور دوسری طرف بغیر کسی ردعمل کے اسلامی شناخت اور ملی تشخص کی حفاظت کی خاطر خاموش جدوجہد جاری ہے، مسلمان انتہائی صبر وضبط اور حلم وبردباری کے ساتھ ان تمام حالات کا سامنا کرتے ہیں، مسلمانان ہند کے اندر اقلیتی طبقہ سے تعلق رکھنے اور غیروں کے محکوم ہونے کے احساس نے بہت حد تک ذاتی تحفظ اور خود کفالت کا جذبہ بیدار کردیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کبھی ان کے جذبات کو مجروح کرنے یا ان کے مقدسات کی بے حرمتی کرنے اور ان کی اسلامی شناخت کو نقصان پہونچانے والا کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو تمام مسلمان متحد ہوکر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اپنے مسلکی، گروہی اور طبقاتی اختلافات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، اور اپنی ایمانی غیرت کے مظاہرہ کے لیے ایک جان ویک قالب بن جاتے ہیں، یہی بے نظیر اتحاد اور ناقابل تسخیر قوت تھی جس نے یکساں سول کوڈ کے نفاذ اور مساجد ومدارس کی تعمیر پر پابندی کی کوششوں کو بارآور ہونے نہیں دیا، اس قسم کی دینی حمیت اور ایمانی غیرت کا اظہار ہر اس موقع پر ہوتا ہے جب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کوئی کتاب یا مضمون شائع ہوتا

ہے بالخصوص جب کوئی گستاخ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی یا گستاخی کرتا ہے، مسلمانان ہند اپنا احتجاج درج کرانے اور اپنی آواز بلند کرنے کے لیے تمام قانونی وسائل اور دستوری مراعات کا سہارا لیتے ہیں اور جب تک اس کے برے اثرات زائل نہیں ہوجاتے وہ ہر قسم کی تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کرتے اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے چارہ جوئی کرتے رہتے ہیں۔

مسلمانوں کے اسی اتحاد کے نتیجہ میں اس قسم کے سطحی ورکیک مضامین پر بار بار پابندی عائد ہوئی اور کبھی اس کتاب یا رسالہ کو ضبط کرلیا گیا جس میں وہ اہانت آمیز تصویر یا گستاخانہ مضمون شائع کیا گیا، یہ سارے مسائل حکومت کے ساتھ تصادم ومزاحمت کے ذریعہ نہیں بلکہ افہام وتفہیم اور گفت وشنید کے ذریعہ طے پاتے ہیں، ہندوستانی مسلمانوں نے اس نازک موقع پر بھی افہام وتفہیم اور صلح جوئی کا راستہ اختیار کیا جب ان پر دہشت گردی کے الزامات لگائے گئے اور ملک کے مختلف حصوں میں ان کے نوجوانوں کو مختلف شہروں میں بم دھماکوں میں ملوث ہونے کے الزام میں گرفتار کیا گیا، اس موقع پر مسلمانوں نے ان الزامات کی تردید کے لیے بڑے عہدیداران اور ذمہ داروں کو خطوط ارسال کئے اور انہیں میمورنڈم بھیجے، علاوہ ازیں جگہ جگہ مشترکہ جلسے منعقد کئے جن میں سیکولر اور انصاف پسند ہندو لیڈروں نے بھی شرکت کی، اسی طرح جب ممبئی میں دہشت گردی کا واقعہ پیش آیا تو مسلمانوں نے اس واقعہ کی سخت مذمت کی اور بڑے شدومد کے ساتھ اس سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کیا، پھر غزہ پر اسرائیل کے جارحانہ حملہ پر بھی ہندوستانی مسلمانوں نے بغیر کسی سخت ردعمل اور اشتعال انگیزی کے اپنی ناراضگی وناپسندیدگی کا اظہار کیا، اور ان کے دوش بدوش بہت سے برادران وطن نے بھی ان جنگی جرائم کی سخت مذمت کی۔

یقیناً اس قسم کے عمل کے لیے بڑے صبر وضبط اور قوت برداشت کی ضرورت تھی، اس لیے کہ غیر مسلم برادران وطن کے دل ودماغ میں آج بھی نفرت وعداوت کے وہ جذبات پنپ رہے ہیں جن کا بیج انگریز حکومت نے برسوں پہلے ڈالا تھا، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ فرنگیوں نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان دوریاں اور غلط فہمیاں پیدا کرنے کے لیے اپنی پوری قوت اور سارے وسائل استعمال کئے اور مسلمانوں کو حکومت واقتدار سے بے دخل کرنے کے لیے اپنا پورا زور صرف کردیا، انہوں نے نفرت وعداوت کے وہ بیج بو دیئے جو قت کے ساتھ ساتھ پنپتے رہے، یہ ایسی دشمنی تھی کہ اگر اس پر روک نہ لگائی جاتی اور بروقت اس کا علاج نہ کیا جاتا تو دنیا کے اس خطہ سے اسلام کا وجود مٹ چکا ہوتا، لیکن مسلم قیادت نے بڑی ہی احتیاط ودانشمندی کیساتھ اپنے قانونی حقوق کی بازیابی کے لیے تشدد وجذباتیت کا سہارا نہ لے کر افہام وتفہیم کا راستہ اختیار کیا، غلط فہمیاں دور کرنے کی کوششیں کیں اور یکجہتی وحب الوطنی کا ثبوت دیا، لیکن اسلامی تہذیب اور اسلامی اقدار سے سرمو انحراف برداشت نہیں کیا، اس کی بہترین مثال حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی پیام انسانیت کی تحریک ہے۔

یہ سب کچھ صرف اسی لیے ممکن ہوسکا کہ مسلمانو ں نے زندگی کے تمام شعبوں میں اپنے اسلامی تشخص کے ساتھ جینے اور مسلمان رہنے کے لیے ہر قسم کے حالات برداشت کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا، انہوں نے اپنے تعلیمی، ثقافتی اور سیاسی اداروں کو اپنے خون جگر سے سینچا، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج وہ سر اٹھا کر عالم اسلام کے دیگر افراد کے ساتھ قدم بہ قدم چل رہے ہیں اور مسلمانوں کی ترقی کی کوششوں میں اپنے طویل تجربات سے ان کا بھرپور تعاون کررہے ہیں، اس بات کی گواہی ہر وہ شخص دے سکتا ہے جس نے ہندوستان کا دورہ کیا ہو اور بچشم خود ان اسلامی اداروں اور اسلامی تہذیب کے ان زندہ مظاہر کا معاینہ کیا ہو جن کی نظیر بہت سے مسلم اکثریتی ممالک میں بھی نہیں ملتی۔

ہندوستان کا یہ طویل تجربہ عالم اسلام کے دیگر ممالک کے مسلم رہنماؤں کی توجہ کا طالب ہے، جہاں آج بھی خانہ جنگی جاری ہے اور خود برسراقتدار افراد دعوت اسلامی کے فروغ میں رکاوٹیں پیدا کررہے ہیں، کہیں اسلام کے دشمن اسلام کی راہ میں حائل ہیں، اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب کے درمیان کشمکش جاری ہے، اسلامی تحریکیں احساس کمتری اور خود اعتمادی کے فقدان سے دوچار ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر پاش پاش ہورہی ہیں، دوسری طرف اسلام مخالف عناصر کے مخالفانہ ومعاندانہ رویہ سے وہ اپنے آپ کو بالکل لاچار اور بے بس محسوس کررہی ہیں۔

ماضی میں اسلام محبت، اخوت، جذبۂ ایثار وقربانی، صبر وضبط، قوت برداشت، اخلاق حسنہ، قرآنی تعلیمات اور طریقہ نبوی پر عمل کرنے سے پھیلا تھا، آج بھی انہی وسائل سے اسے فروغ مل سکتا ہے، یہ وہ عناصر ہیں جن پر تمام حالات اور ہر قسم کے ماحول میں اسلامی عمل کی بنیاد رہی ہے، خواہ خوشحالی وآسائش ہو یا تنگی وآزمائش، بہرصورت یہی ہتھیار امت مسلمہ کے کام آئے ہیں۔ لایصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها.

(ترجمہ از عربی: محمد جنید الرحمٰن)
معلم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆☆☆☆☆

رپورٹ ناظم ندوۃ العلماء

پیش کردہ ..... حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم

ذیل کا مضمون یکم ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۲ر مارچ ۲۰۰۹ء بروز یکشنبہ مجلس انتظامیہ کے جلسے میں پڑھا گیا، ملت کے فکرمند حضرات کے غور وفکر اور افادۂ عام کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ، و الصلاۃ و السلام علیٰ سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد،و علیٰ آلہ و صحبہ الغر المیامین،و من تبعھم باحسان ، و دعا بدعوتھم إلیٰ یوم الدین ، أما بعد:

محترم حضرات اراکین مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء!

ہم خادمان ندوۃ العلماء، جلسۂ انتظامی ندوۃ العلماء میں آپ حضرات کی آمد وشرکت پر اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور خوش آمدید کہتے ہیں۔

حضرات! ندوۃ العلماء کی سالانہ مدت کارکردگی پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں مسرت ہوتی ہے، کہ گزشتہ مجلس انتظامی میں جو امور طے کئے گئے تھے وہ بفضلہٖ تعالیٰ انجام پائے اور ندوۃ العلماء نے مزید قدم آگے بڑھایا، کئی تعلیمی اور تربیتی شعبے قائم ہوئے، طلباء کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا، ان کی رہائش کے لئے دارالاقاموں کی وسعت میں اضافہ بھی عمل میں آیا، اساتذہ اور اسٹاف کی رہائشی ضرورتوں کے پیش نظر مزید گنجائش نکالی گئی، دعوت وارشاد کے شعبہ میں ملک گیر سطح پر ایک تربیتی پروگرام منعقد کیا گیا، اسی طرح مدارس ملحقہ کے اساتذہ کے لئے بھی ایک تربیتی پروگرام منعقد ہوا، ابھی دوروز قبل المعہد العالی للقضاء واللإفتاء کے تحت سہ روزہ تربیتی پروگرام منعقد ہوا اور الحمدللہ اس میں دوسوتک نمائندگان شریک ہوکر علمی وتربیتی لحاظ سے مستفید ہوئے ، اس طرح کے بعض دیگر علمی پروگرام افادہ اور استفادہ کے لیے منعقد کئے گئے، جو ندوۃ العلماء کے مختلف شعبوں میں ہوئے اور ان سے الحمدللہ بہت نفع ہوا، جس کی ضروری تفصیل آپ کے سامنے پیش ہوگی۔

حضرات! علوم دینیہ کی ہماری یہ درسگاہیں جو اہل خیر مسلمانوں کے ہی تعاون پر اکتفاء کرتی ہوئی علوم دینیہ کی تعلیم وترویج کی خدمت انجام دیتی ہیں، ملت اسلامیہ کے اپنے ملی تشخص اور اس کی اعلیٰ قدروں کے بقاوحفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں، خاص طور پر ایسے علاقوں یا ملکوں میں جہاں ملت اسلامیہ کے افراد اقلیت میں ہوں اور جہاں اقلیت کی مذہبی کوششوں اور مذہبی تقاضوں کے تحت قائم شدہ اداروں کا بوجھ اٹھانا حکومت کی ذمہ داری نہ ہو اور حکومت اس کو صحیح طور پر کر بھی نہ سکتی ہو، ایسے علاقوں میں خود ملت کے افراد کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ بحیثیت ایک متعین ملت کے اپنے ملی تشخص اور مذہبی اقدار کی حفاظت کریں اور اپنی ملی وحدت اور خصوصیت کو تحلیل نہ ہونے دیں، کیونکہ بصورت دیگر اگر یہ فکر وکوشش نہ کی گئی تو انسانوں کی وحدت کوئی بھی ہو اقلیت میں ہونے کی صورت میں اکثریت کے سامنے پسپا ہوجاتی ہے اور تحلیل ہوجاتی ہے اور اگر کوئی وحدت اپنے میں متعین خصوصیات واقدار نہ رکھتی ہو تو اس کا اکثریت میں تحلیل ہوجانا کوئی قابل ذکر مسئلہ نہیں ہوتا۔

لیکن ملت اسلامیہ ایسی ملت نہیں ہے، وہ ایسی ملت ہے جو اعلیٰ انسانی اقدار اور انسانی فلاح وسعادت کی حامل جامع مذہبی تعلیمات رکھتی ہے، جن سے نہ خود وہ اپنے لئے، بلکہ دوسری ملتوں کے لئے اعلیٰ انسانی اخلاق وکردار کا بہترین نمونہ رکھتی ہے، ایسی ملت کی اقدار و تعلیمات کا کسی اکثریتی دباؤ واثر سے تحلیل ہوجانا نہ صرف اس ملت کی بدقسمتی کی بات ہے، بلکہ پوری انسانیت کے لیے عظیم خسارہ کی بات ہے، اسی لیے اللہ رب العالمین کی طرف سے اقدار کے اعلیٰ نمونہ کو اختیار کرنے کی صرف اسی کی حد تک تلقین نہیں کی گئی، بلکہ اس کو دنیا کی دیگر ملتوں کو بھی ان اقدار کے اختیار کرنے کی طرف متوجہ کرنے کی ہدایت دی گئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے {کنتم خیر أمۃ أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ﴾ (مومنو جتنی امتیں ہیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئی ہیں تم ان سب سے بہتر ہو، کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو) اور ﴿ولتکن منکم أمۃ یدعون إلی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر وأولئک ھم المفلحون }(اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے، یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں) لیکن دوسروں کو خیر وصلاح اور فلاح انسانی کا راستہ دکھانے کا کام وہ کیسے کرسکتا ہے جس نے خود

واقفیت حاصل نہ کی ہو اور ان پر عمل کرنے کی صلاحیت پیدا نہ ہو، اسی بنیاد پر وہ درسگاہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام اور انسانی زندگی کو اعلیٰ اقدار سے سنوارنے کے لیے جس علم کی ضرورت ہے اس کے حصول واشاعت کی فکر کرتی ہیں، امت کی تشکیل کے کام لئے نہایت ضروری ہیں۔

ملت اسلامیہ کے علماء متقدمین کا یہ بڑا احسان ہے کہ انھوں نے بڑی توجہ وفکرمندی سے ہمارے لیے یہ علمی ذریعہ مہیا کیا اور اس کے ذریعہ اخلاقی اور دینی تعلیم واشاعت کے لیے اپنے کمزور وسائل کے ساتھ جو بھی وہ کرسکتے تھے وہ انجام دیا، ہماری موجودہ دینی درسگاہیں ان ہی عظیم المرتبت اسلاف کی میراث ہیں، ملت اسلامیہ کے باہمت علماء وحامیان دین متین اپنے اقلیتی اور عوامی وسائل کے ذریعہ ان کی چھوڑی ہوئی اس میراث کا حق ادا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اگر ہماری یہ اسلامی مقصد وطریقہ رکھنے والی درسگاہیں برسرعمل نہ ہوتیں تو یہاں کی ملت اسلامیہ اپنا کے اپنے اسلامی تشخص سے بالکل محروم ہوچکی ہوتی، کیونکہ وہ غیروں کے نظام تعلیم و تربیت سے اپنی خصوصیات کا فائدہ نہیں اٹھاسکتی تھی، دنیا کے کئی خطوں میں اس کی واضح مثالیں ہیں کہ ہماری اسلامی درسگاہیں نہیں رہیں تو صرف دو نسلیں گذرنے پر وہاں کی ملت اسلامیہ اسلامی حقائق واقدار سے محروم ہوگئی، اور ہم موجودہ عہد میں بھی یہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کے جن خطوں میں ہمارے یہ اسلامی مراکز اپنا تعلیمی و فکری کام انجام دے رہے ہیں، وہاں ان کے سامنے اس بات کا خطرہ منڈلا رہا ہے کہ ان کو ختم کردیا جائے یا کم از کم ان کو ایسے حالات میں لے آیا جائے کہ وہ اپنے معاملات میں خودمختاری سے محروم ہوجائیں اور غیروں کے رحم وکرم کے محتاج بن کر اپنی افادیت اور حسن کارکردگی سے محروم ہوجائیں۔

ہم کو اس طرح کی کوششوں کا مقابلہ کرنا ہے اور اپنے سرمایہ علمی ودینی کو اس سے بچانا ہے اور ہم جب ہمت اور دانشمندی سے کام لیں گے تو انشاء اللہ ہم کو نقصان نہیں پہنچے گا اور اللہ رب العزت کی مدد ہوگی ﴿ومن یتو کل علی اللہ فھو حسبہ﴾ (اور جو خدا پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا)۔

حضرات! ہماری ان درسگاہوں نے ملت اسلامیہ کے لیے ایک عظیم تاریخ بنائی ہے، ان سے فیضیاب ہونے والے افراد ملت نے ملت اسلامیہ کے وقار وعظمت کو قائم رکھنے میں بڑا کردار انجام دیا ہے اور ملک میں اسلامی خصوصیات اور اقدار کے بقا کا ذریعہ بنے ہیں، آج اس ملک کے مسلمان ان ہی کی کوششوں اور کارگذاریوں کے طفیل اسلامی تشخص کو تھامے ہوئے ہیں، اور اس راہ میں کوششوں کا یہ سلسلہ جب تک جاری رہے گا انشاء اللہ اس کا اچھا نتیجہ ظاہر ہوتا رہے گا، بہرحال ہم کو ہوشیار رہنا ہے اور اپنے عظیم اسلاف سے ملی ہوئی اس ذمہ داری کو قائم رکھنا ہے، جس کے لیے ملت اسلامیہ کے اہل خیر حضرات کو بھی متوجہ رکھنا ہے، اور ہمارے ذمہ داران مدارس کو اخلاص عمل اور مقصدیت کی صفت کے ساتھ حکمت اور وقت کے تقاضہ کو سامنے رکھتے ہوئے کام کو جاری رکھنا ہے۔

حضرات! علم وہ دولت ہے جو اس خالق ارض وسماء اللہ رب العالمین نے انسان کو اس کی عظیم خصوصیت کی حیثیت سے عطا فرمایا ہے اور انسان کے لئے اس کو ہمہ جہت واقفیت اور ترقیات کا ذریعہ بنایا ہے، اس دولت علمی کے دائرہ میں طبیعیات، اجتماعی زندگی اور اخلاقیات واقدار کے پہلو خاص طور پر قابل ذکر وتوجہ ہیں، طبیعیاتی علوم سارے انسانوں کی ضرورت کے دائرے میں آتے ہیں، اور اخلاقیات واقدار کے علوم کا معاملہ یہ ہے کہ ہم ان کے سلسلہ میں اپنے خالق ومالک کی طرف سے خصوصی رہنمائی کے محتاج ہیں اور اسی صورت میں ان کی راہ درست ہوتی ہے، ان میں خاص طور پر اجتماعی زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے والے علوم جو انسانی زندگی کو بہتر بنانے اور تعاون وہمدردی اور آپس کی خیرپسندی کے لیے مفید ہیں، ان کی ضرورت وافادیت کے لحاظ سے انسان خود اپنی تجرباتی کوششوں سے بھی معلوم کرتا ہے اور اپنے سے اوپر والوں سے بھی حاصل کرتا ہے، اپنے پروردگار وخالق کی عبادت واطاعت کے سلسلہ میں خالص انبیاء علیہم السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان ہی کی تعلیمات وطرز زندگی کو اپنانا ضروری ہے، اور اسی پہلو کا تعلق انسان کی اگلی زندگی یا آخرت کی زندگی میں کامیابی وخوشحالی سے ہے، جس کے سلسلہ میں علوم دین کے مرکز ہی صحیح رہنمائی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے دو مرحلے رکھے ہیں: ایک دنیا کا، دوسرا آخرت کا، آخرت کا مرحلہ بڑا اور طویل تر مرحلہ ہے، ہم صرف دنیاوی زندگی کے مرحلہ کی ضرورت پر اپنی فکرمندی مرکوز کرکے زندگی کے دوسرے طویل تر مرحلہ یعنی آخرت کی راحت وکامیابی کو نظرانداز کریں تو سمجھداری کی بات نہ ہوگی، اگر ہمارا رائج الوقت نظام تعلیم دونوں پہلوؤں کی رعایت کرتا تو اسلامی خصوصیت کے حامل مدارس علیحدہ سے قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی، لیکن چونکہ رائج الوقت نظام تعلیم کے بنانے والے آخرت کے مسئلہ کو اہمیت دینے سے پوری طرح پہلوتہی کرتے رہے ہیں، اس لیے نبوی تعلیمات کے حاملین نے ضروری سمجھا کہ اس کے نظرانداز کئے جانے والے پہلو کی طرف خصوصی توجہ دیں، کہ جن کا لحاظ کیے بغیر کوئی مسلمان صحیح مسلمان نہیں ہوسکتا، اور ملت اسلامیہ کا اسلامی تشخص باقی نہیں رہ سکتا، ملک میں رائج الوقت نظام تعلیم اپنی اسی یکطرفہ وضع پر برابر قائم ہے، چنانچہ ان سے فائدہ اٹھانے والوں میں دوسرا پہلو اپنے پروردگار کی اطاعت کا پہلو نظرانداز ملتا ہے، جس کی تلافی کے لیے ہمارے اسلامی الفکر مدارس و مراکز، علوم اسلامیہ کی تعلیم اور ان کے مطابق تربیت کا کام انجام دیتے ہیں تاکہ یہاں کے تیار کردہ افراد ملت کے

دیگر افراد کی اس پہلو میں رہنمائی کرسکیں اور انسانی زندگی کو رب العالمین کے حکم و مرضی کے مطابق ڈھالنے کی طرف توجہ دلاسکیں اور رہنمائی کرسکیں، اس لیے ان مدارس و مراکز علمی و دینی کی جو اہمیت بنتی ہے اس کو پیش نظر رکھنے کی بڑی ضرورت ہے۔

ہندوستان میں یکطرفہ اسکولوں اور کالجوں کا نظام تعلیمی کی ابتداء انگریزوں کی حکومت کے زمانہ میں ہوئی تھی، اس وقت ہمارے دینی ضرورت والے علوم کو نظر انداز کردئے جانے کا جو خطرہ پیش آگیا تھا اس کی وجہ سے علماء نے اپنے کمزور ذرائع کے باوجود عالی ہمتی سے ان کی بقا اور حصول کے ذرائع مہیا کرنے کا کام شروع کیا جو ان کے محدود وسائل کی وجہ سے محدود تھا، پھر اجتماعی زندگی کے تقاضوں سے تعلق رکھنے والے علوم کی فکر شروع کی، اور ندوۃ العلماء کی تحریک آج سو سال پہلے سے بھی اسی کے اضافہ کو عمل میں لانے کی طرف خصوصی توجہ دلانے اور خود اپنے دارالعلوم کے ذریعہ عمل کرنے کی بنیاد پر شروع کی گئی اور اس نے الحمدللہ اس راہ میں توسع اور ترقی کا ثبوت دیا، چنانچہ اس کے نظام تعلیم میں ضروری پہلوؤں کی رعایت رکھی جاتی رہی جیسا کہ اس کے گوناگوں شعبوں اور پہلوؤں میں دیکھا جاسکتا ہے، ندوۃ العلماء کے تعلیمی شعبہ اور اس کے دیگر شعبوں میں سال رواں جو کارکردگی رہی اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

دار العلوم ندوۃ العلماء

ندوۃ العلماء مختلف شعبوں اور اداروں کا جامع ادارہ ہے، جس کا بڑا شعبہ تعلیمی شعبہ ہے جو دارالعلوم کہلاتا ہے اور ندوۃ العلماء کے تحت کام کرتا ہے، اس کے علاوہ ندوۃ العلماء میں مختلف مقاصد کے لئے الگ الگ شعبے ہیں جو مسلمانوں کے علمی، فکری اور ثقافتی مقاصد کو پورا کرتے ہیں، ان میں ندوۃ العلماء کا تعلیمی شعبہ بڑا شعبہ ہے، جو ایک صدی قبل مسلمانوں کے تعلیمی نظام و نصاب میں عہد جدید کی تعلیمی ضرورت اور نئی نسل کی تعلیمی تربیت اور صحیح اسلامی فکر اور وقت کے تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے ترمیم و اضافہ تجویز کیا گیا تھا اور اس کو اختیار کرنے کی اہل مدارس کو دعوت دی گئی تھی، پھر اس کو عملی طور پر بطور تجربہ خود جاری کرنے کے لئے دارالعلوم قائم کیا گیا تھا، اس کے پیش نظر دارالعلوم نے اپنے صد سالہ سفر میں امت مسلمہ کے صلاح و فلاح کی ضرورت کے لئے تدابیر اختیار کیں، تعلیم میں عہد جدید کے جدید تقاضوں کو سامنے رکھا اور تعلیمی مراحل کو اسی کے مطابق مقرر کیا، اس میں ابتدائی مرحلہ، پھر ثانوی مرحلہ، پھر اعلی تعلیم کا مرحلہ اسی کے لحاظ سے رکھا، اس طرح ابتدائی سال اول سے اعلی درجہ تک سترہ سال کا نظام تعلیم بنا، جو کہ ملک اور بیرون ملک اختیار کردہ جدید تعلیمی نظام میں رائج ہے، ابتدائی مرحلہ میں دینی و تربیتی مضامین کے ساتھ ابتدائی عصری مضامین بھی رکھے، جس میں مثلاً رائج الوقت زبان، ریاضی، جغرافیا، تاریخ اور معلومات عامہ کے مضامین قابل ذکر ہیں، اور ثانوی مرحلہ میں اور اس کے بعد کے عالی و اعلی مرحلہ کے درجات میں عربی زبان و ادب کو پوری اہمیت کے ساتھ اور عملی سطح پر اور ضمناً اس کے ساتھ انگریزی زبان بھی لازمی مضمون کی حیثیت سے رکھا، عربی زبان و ادب کے علاوہ پوری اہمیت کے ساتھ علوم دینیہ کو اسی تفصیل و اعلی معیار کے ساتھ رکھا، جو مستند عربی جامعات میں ہے، اور ان کے لئے تعلیم کو کئی شعبوں میں تقسیم کیا تاکہ خصوصیت کے ساتھ علوم دینیہ میں کمال پیدا کیا جائے اور اس کے لئے تین بڑے شعبے مقرر کئے، ایک کلیۃ الشریعۃ واصول الدین، دوسرا کلیہ اللغۃ العربیۃ وآدابھا، اور تیسرا کلیۃ الدعوۃ والإعلام والفکر الإسلامی، پھر تعلیم کے اس اعلی مرحلہ یعنی فضیلت و تخصص سے فارغ ہونے والوں میں جو زیادہ ذی استعداد فارغین ہوں، ان کو ریسرچ اور علمی تحقیق و مطالعہ کے لئے منتخب کیا جاتا ہے، اور ان کو وقیع وظیفہ دیا جاتا ہے، وہ تحقیق و وسعت علمی کے لئے کام کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ان میں سے چند کو تدریسی صلاحیت کے لئے بھی تیار کیا جاتا ہے، ان منتخب فارغ التحصیل طلبہ کے لئے باقاعدہ شعبے قائم کئے گئے، ان میں سے ایک تو المعہد العالی للفقہاء والافتاء ہے، دوسرا المجمع العلمی لدراسات علوم القرآن والسنۃ کا شعبہ ہے، اور تیسرا شعبہ صحافت ولسانیات ہے، الحمد للہ ان تینوں شعبوں میں فارغ التحصیل تربیت حاصل کررہے ہیں۔ ان کی مدت تربیت ایک سال رکھی گئی ہے، اس میں کسی مقرر کردہ موضوع پر تحقیقی بحث بھی تیار کرنا ہوتا ہے۔

التکمیل

مذکورہ تحقیقی کام والے طلبہ میں جو زیادہ صلاحیت کے ثابت ہوتے ہیں، وہ چاہیں تو اپنے تحقیقی کام کو مزید ایک سال بڑھا کر زیادہ معیاری کام انجام دینے پر وہ مزید اعلی ترین سند ''سند التکمیل'' کے مستحق ہوتے ہیں، یہ سند عصری جامعات کے ڈاکٹر کی سند کے مساوی ہوتی ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کئی فارغین اس سند کو حاصل کرچکے ہیں، اور اس کے لئے انہوں نے جو تحقیقی کام پورا کیا وہ بڑا معیاری کام قرار پایا۔

اس وقت دارالعلوم میں ڈھائی ہزار سے زیادہ طلبہ ثانوی درجات سے لیکر اعلی درجات تک تعلیم حاصل کررہے ہیں، اس کے علاوہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی کئی شاخیں شہر میں ہیں، جن میں ثانوی اور ثانوی سے اوپر کے درجات کی تعلیم ہوتی ہے، ان کے علاوہ دارالعلوم میں ایک مستقل شعبہ حفظ قرآن کا ہے جس کے طلبہ کی تعداد علاحدہ ہے۔

اسکے علاوہ ملک میں ملحقہ مدارس کا بھی ایک بڑا سلسلہ ہے، جو تعلیمی لحاظ سے ندوۃ العلماء سے جڑے ہوئے ہیں، اور وہاں کے طلبہ دارالعلوم میں آکر اپنی تعلیم مکمل کرتے ہیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ملک کے طلبہ کے علاوہ متعدد بیرونی ملکوں کے طلبہ بھی تعلیم کے لئے آتے ہیں، اور اب بھی ان کی ایک تعداد تعلیم حاصل کررہی ہے، اس کے لئے ''القسم العربی الخاص'' کے نام سے ایک شعبہ قائم کیا گیا ہے، یہاں سے تعلیم حاصل کر کے جانے والوں نے اپنے اپنے ملکوں میں دارالعلوم ہی کے طرز پر ادارے قائم کئے ہیں، خاص طور پر بنگلہ دیش، نیپال، تھائی لینڈ اور ملیشیا میں، جس کی بنا پر وہاں دار العلوم کے طرز پر ادارے قائم ہیں۔

ندوۃ العلماء کے شعبہ دار العلوم کے تعلیمی نظام کے علاوہ ملت اسلامیہ کے متعدد علمی و تربیتی مقاصد کو پورا کرنے کئے لئے چند در چند دیگر ضرورت کے لئے ندوۃ العلماء میں جو مختلف شعبے قائم ہیں ان کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے:۔

المعهد العالي للقضاء و الإفتاء

دارالعلوم کے کلیۃ الشریعہ واصول الدین کے تحت المعہد العالی للقضاء والافتاء کے تحت تین مستقل شعبے ہیں (۱) شعبۂ دار القضاء (۲) شعبۂ دار الافتاء اور (۳) شعبۂ تدریب افتاء، یہ تینوں شعبے بھی الحمد للہ تندہی سے اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

دار القضاء میں اب تک اندراج ہونے والے مقدمات کی تعداد (۶۰۱) ہے۔ سال رواں اندراج ہونے والے مقدمات کی تعداد (۳۲) ہے، سال رواں فیصل ہونے والے یا خارج ہونے والے مقدمات کی تعداد (۱۸) ہے۔ فی الحال جاری (زیر کارروائی) مقدمات کی تعداد (۱۷) ہے۔

دار الافتاء میں اب تک اندراج ہونے والے استفتاءات کی تعداد (۲۷۱۸۵) ہے، امسال (۱۰۰۷) استفتاءات کا اندراج ہوا ہے۔

شعبۂ تدریب افتاء میں امسال چھ طلبہ کا داخلہ منظور کیا گیا، یہ طلبہ متعین نصاب کا مطالعہ کرتے ہیں۔

سال رواں المعہد العالی للفقہاء والافتاء نے ملحقہ مدارس کے اساتذۂ فقہ اور ان سے متعلق مفتیان کرام کی علمی و فکری تربیت کے لئے ایک سہ روزہ تربیتی کنونشن بعنوان ''فقہ اسلامی اور عصر حاضر کے تقاضے'' منعقد کیا جس میں ملک بھر سے تقریباً دو سو مندوبین شریک ہوئے۔

ترتیب فتاوی

دار العلوم ندوۃ العلماء کے ذریعہ جو فتاوی گزشتہ سالوں میں دئے گئے ان کو مرتب کرنے کا کام سال گزشتہ شروع کیا گیا تھا وہ کام بھی الحمد للہ جاری ہے، موجود رکارڈ میں سے کتاب الایمان، کتاب العقائد، کتاب العلم، کتاب البدعات، کتاب الفرق، کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلاۃ کی کمپوزنگ بھی ہوچکی ہے، نیز رکارڈ رجسٹر میں رجسٹر نمبر ۱-۳ کی بھی کمپوزنگ مکمل ہوچکی ہے، بقیہ کی جاری ہے۔ کتاب الایمان، کتاب العقائد، کتاب العلم، کتاب البدعات، کتاب الفرق کی ترتیب و تحقیق و نظر ثانی کا کام بھی مکمل ہوچکا ہے، اب انشاء اللہ جلد ہی اشاعت کا کام شروع ہوگا۔

معهد دار العلوم ندوة العلماء سكروري

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے احاطہ میں درجات تعلیم اور طلباء کی تعداد بڑھ جانے پر اس کا ابتدائی مرحلہ شہر میں منتقل کردیا گیا ہے جو شہر کے دیگر مکاتب کی طرح علاحدہ سے کا انجام دے رہا ہے، پھر ثانوی مرحلہ شہر میں منتقل کرنا پڑا، یہ شہر کے مرکزی حصہ سے ۱۲ کلومیٹر کے فاصلے پر سکروری نام کے قصبہ میں ایک وسیع جگہ مل جانے پر انجام دیا گیا، وہاں درسگاہ کی عمارت، مسجد، ہال اور اساتذہ کی رہائش کے لئے مکانات بھی تعمیر کردئے گئے، جو دارالعلوم کے ثانوی درجات کا نظام چلاتے ہیں، لیکن یہ معہد دارالعلوم سکروری کے نام سے موسوم ہے، اور اس میں (۴۴۴) طلبہ تعلیم حاصل کررہے ہیں، ان کے لئے مہتمم دار العلوم کے نائب کی حیثیت سے ناظر معہد خدمت انجام دیتا ہے۔

معهد سيدنا ابى بكر الصديق مهيبت منو

یہ معہد ثانوی تعلیم اور حفظ کے مدرسہ کے طور پر خود ندوۃ العلماء کا قائم کردہ ہے اور ندوۃ العلماء ہی اس کے مصارف ادا کرتا ہے، یہاں درجہ عالیہ اولی تک تعلیم ہے، یہاں کے طلبہ عالیہ اولی کے بعد دار العلوم کے درجات میں منتقل ہوجاتے ہیں، اس مدرسہ کو ایک ناظر دیکھتا اور چلاتا ہے، سال رواں طلبہ کی تعداد ۴۹۵ ہے، جن میں ۳۶۵ طلبہ دارالاقامہ میں رہتے ہیں۔

مدرسه مظهر الاسلام لكهنؤ

معہد سیدنا ابی بکر الصدیق کی سطح کے کئی دیگر مدارس بھی شہر میں قائم ہیں، جو دارالعلوم کے اصول کے مطابق کام انجام دیتے ہیں، البتہ ان کو اپنے اخراجات کا انتظام خود کرنا ہوتا ہے، ان میں خاص طور پر ایک مدرسہ ''مظہر الاسلام'' ہے جو شہر کے محلہ بلوچپورہ میں قائم ہے، اور اس میں عالیہ اولی تک تعلیم ہوتی ہے، اور اس کے طلبہ آگے کی تعلیم کے لئے دارالعلوم منتقل ہوتے ہیں۔

مكاتب شهر

اسی شہر لکھنؤ کے اندر جو مکاتب قائم کئے گئے، ان کا کام بھی بخوبی انجام پارہا ہے، ان کی مجموعی تعداد ۱۳ ہے، یہ مختلف محلوں میں پھیلے ہوئے ہیں، اور درجہ پانچ ابتدائی تک ہیں۔ ان کے اخراجات اور اساتذہ کی تنخواہیں ندوہ سے دی جاتی ہیں۔ اور مکاتب کے لئے نگراں مقرر ہے جو جاجا کر جائزہ لیتا رہتا ہے، ہر مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے جس سے عوام کی اصلاح کی کوشش ہوتی ہے۔

مدارس ملحقه

شہر کے اندر کے ان مکاتب و مدارس کے علاوہ ملک کے طول و عرض میں بھی ندوۃ العلماء کے مدارس ملحقہ ہیں، ان کی تعداد (۱۸۸) ہوچکی ہے اور تقریباً ۲۵ درخواستیں زیر غور ہیں۔ ان میں سے متعدد ایسے بڑے مدارس ہیں جہاں عالیت تک تعلیم ہوتی ہے، ان میں سے بعض کے متعدد ذیلی مکاتب بھی ہیں اور ان کی وسیع کارگزاری ہے۔

(جاری)

روداد سفر

آخری قسط

ساحلی علاقوں کا ایک سفر

اور بھٹکل میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس

محمود حسن حسنی ندوی

۷رفروری بھٹکل کے لیے تاریخی تھی، مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس کے انعقاد کے اہل بھٹکل عرصہ سے خواستگار تھے، مولانا محی الدین منیری صاحب بانی جامعہ اسلامیہ بھٹکل اور بھٹکل کی دوسری سرکردہ شخصیت جناب عبدالغنی محتشم صاحب کی دیرینہ خواہش اور تمنا اس میزبانی اور ضیافت کی رہی تھی، مگر یہ نصیب مولانا الیاس بھٹکلی اور ان کے رفقاء کا تھا، سید خلیل الرحمٰن صاحب نے جو تیسری شخصیت کے طور پر ابھرے ہیں، دل کھول کر تعاون کیا، اور مولانا الیاس صاحب کو گرچہ تین چار دن پہلے اپنے والد ماجد کے سانحہ وفات کے صدمہ سے دوچار ہونا پڑا تھا مگر انہوں نے دوسروں پر اس کا احساس بھی نہیں ہونے دیا، اور نظم وترتیب ،فکرمندی، اور جہد مسلسل میں ذرا فرق نہیں آنے دیا، صرف مدارس کے علماء وطلبہ کو لے کر نہیں چلے بلکہ اسکول وکالج کے اسٹوڈنٹس اور اسپورٹس کلب کے جوانوں کو بھی ساتھ لیا اور ایک مستعد چوکنا فوج سے جو کام لیا جاتا ہے وہ کام ان سے لیا، ان کی غیر معمولی صلاحیت ولیاقت قائدین ملت کے سامنے اور ان کے قائدانہ کردار سے ہر ایک متاثر ہوا، مجلس عاملہ کی میٹنگ جامعہ کے وسیع وعالی شان ہال میں صدر بورڈ کی صدارت میں منعقد ہوئی، اور حالیہ دنوں کے گرم مسائل سامنے آئے، بابری مسجد کے قضیہ کی روداد جناب ظفریاب جیلانی صاحب نے پیش کی، اور یہ یقین دلایا کہ بہت جلد یہ مسئلہ حل ہونے کو ہے، اور الحمد للہ ہمارا کیس ہی مضبوط ہے، مولانا عتیق احمد صاحب بستوی کی دارالقضاء کے تعلق سے رپورٹ اہمیت کی حامل ضرور تھی مگر وہ تشریف نہ لاسکے، رپورٹ حاضرین کو پہونچ گئی، مولانا سید ولی رحمانی صاحب کی رپورٹ اصلاح معاشرہ کمیٹی نہایت اہمیت کی حامل تھی، جلسوں، لٹریچر، ملاقاتوں، پروگراموں اور دیگر وسائل وطریقوں سے وہ سماج سدھار کی جو تحریک چلا رہے ہیں اس میں علاقائی زبانوں سے بھی مدد لے رہے ہیں، اور اچھے فعال معاونین مختلف ریاستوں اور علاقوں میں انہیں حاصل ہیں، اس کی تفصیل پیش کی، اور بورڈ کے اس کام کو نہایت قدر سے دیکھا گیا، سپریم کورٹ کے بعض قابل اعتراض فیصلوں کا جائزہ بھی لیا گیا، اور دوسگی بہنوں سے نکاح کا معاملہ بھی سامنے آیا، اور شریعت میں کھلی مداخلت، نکاح کے لازمی رجسٹریشن کو نقصان دہ اور تکلیف دہ قرار دیا گیا، مولانا سید نظام الدین کی سکریٹری رپورٹ اسسٹنٹ سکریٹری عبدالرحیم قریشی صاحب نے پیش کی، اور اس پر ارکان عاملہ نے بحث کی، اور مدارس میں حکومت کی کسی قسم کی مداخلت کو ناقابل قبول قرار دیا گیا، اور اس سلسلہ میں تجویز پاس ہوئی، دیر تک جاری اجلاس عاملہ میں صدر بورڈ کی واضح اور دوٹوک گفتگو ہوئی، جس میں انہوں نے خوش اسلوبی سے آپسی مسائل کو حل کرنے کو کہا، اور اتحاد واتفاق پر خصوصیت سے زور دیا، اور اصول وضابطہ کی رعایت ہر ایک کے لیے ضروری قرار دی، انہی کی دعاء پر جلسہ اختتام کو پہونچا۔

اجلاس عام (تحفظ شریعت واصلاح معاشرہ کانفرنس)

اہل بھٹکل نے جس اجلاس کی پوری تندہی سے تیاری کی تھی، اور جس کے لیے اپنی تمام تر سرگرمیوں کو پس پشت ڈال دیا تھا حتی کہ بیرون ملک سے اپنے مشاغل کو موقوف کر کے مسقط، ابوظبی، شارجہ، دبئی اور دوسرے خلیجی وبیرونی علاقوں سے اپنے وطن بھٹکل پہونچ گئے تھے، اس کا وقت آپہونچا، بعد نماز عشاء مولانا سید ارشد مدنی صدر جمعیۃ علمائے ہند کی اصلاحی تقریر پہلی تقریر تھی جس میں انہوں نے گھر کو موضوع بنا کر والدین کے حقوق، اہل وعیال کے حقوق اور دوسری خانگی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور مؤثر انداز میں گفتگو کی، ان کو اسی وقت کیرالا جانا تھا ،پھر خطیب حیدرآباد جناب سلیمان سکندر صاحب کی باری آئی، جوش خطابت میں ان کی نظیر دی جاتی ہے اور شیر دکن کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، خوب نعرے لگوائے، اور خون گرمایا، پھر تقسیم انعامات کی باری آئی یہ اس پروگرام کے انعامات تھے جو اسلامیات سے متعلق مطالعاتی امتحان میں رکھے گئے تھے، مزے کی بات یہ رہی کہ استاذ محترم مولانا عبدالعزیز بھٹکلی صاحب نے اپنی صاحبزادی کا انعام خود آکر وصول کیا، صدر محترم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے دست مبارک سے انعامات وصول کئے گئے، پھر ان کا خطاب ہوا، جس میں انہوں نے ان اسباب اور وجوہات پر روشنی ڈالی جن سے مسلمانوں کو طرح طرح کے مصائب کا دنیا بھر میں سامنا کرنا پڑ رہا ہے، انہوں نے اپنا اپنا حال درست کرنے، اپنا اپنا محاسبہ کرنے، اپنا اپنا جائزہ لینے کو کہا، عقیدہ کی حفاظت، ظلم سے اجتناب، ناجائز کاموں سے پورا پرہیز کرنے کو کہا، اور فرمایا کہ اللہ کی نصرت والے کام کئے

جائیں تو اللہ کی نصرت آکر رہے گی، ورنہ ساری کوششیں رائیگاں جائیں گی۔

حضرت مولانا مدظلہ کی تقریر کے بعد جس کا سامعین پر بڑا تاثر تھا بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا سید نظام الدین صاحب نے خطاب فرمایا جس میں انہوں نے اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر ایک کو زندگی گزارنے کو کہا کہ اسی میں کامیابی کا انحصار ہے، دیگر علماء وقائدین میں مولانا سید سلمان حسینی ندوی، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی ندوی، مولانا عبدالوہاب خلجی، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی، جناب ظفریاب جیلانی، جناب شکیل صمدانی کے پرزور خطابات ہوئے، ان میں سے ہر خطاب اپنی اپنی جگہ بڑا ہی طاقتور، مؤثر اور ملت کی ترجمانی کرنے والا تھا، جناب موسیٰ رضا صاحب نے بھی خطاب کیا، مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے پوری اسلامی تاریخ کا جائزہ پیش کرتے ہوئے موجودہ حالات کے تناظر میں اسلام کے دفاع کرنے کے بجائے اسلام کو تمام مسائل کا حل پیش کرنے والا بتایا، کہ جو قوم اور جو ملک اسلام کو بطور تہذیب ومذہب کے اختیار کرے حقیقی اور ابدی کامیابی اسی کو حاصل ہوگی، اس تاریخی اجلاس عام کا اختتام مولانا کی ہی دعا پر ہوا، دعا کیا تھی یقین وتوکل ایمان باللہ اور اعتماد علی اللہ کا کھلا مظہر تھی، یہ کہ الفاظ انہیں اختیار نہیں کرنے پڑ رہے تھے، گویا ان پر اتر رہے ہیں، اور دل کے تار عرش معلیٰ سے پاور حاصل کر رہے ہیں، جلسہ کی ایک خاص بات ننھے منے بچوں کا معصومانہ انداز میں خدمت دین وخدمت خلق کے لیے اپنے کو وقف کرنے کا اشعار میں اظہار تھا، ان کی معصومانہ اداؤں نے دلوں کو پگھلا دیا، مولانا قاضی فاروق صاحب بھٹکلی نے اطراف کے بیرون ملک مقیم آئے ہوئے حضرات کی طرف سے بھرپور نمائندگی کرتے ہوئے خطاب کیا، جب کہ مولانا عبدالباری ندوی مہتمم جامعہ اسلامیہ بھٹکل نے کلمات تشکر دل کی گہرائیوں سے ادا فرمائے، اور مولانا عبدالعلیم قاسمی بھٹکلی نے بھی حصہ لیا، مولانا الیاس ندوی بھٹکلی نے نظامت کی، اور اس کا حق ادا کر دیا، وہی پورے اجلاس کے روح رواں رہے، کچھ کتابوں کا رسم اجراء بھی ہوا، برادرم نعمت اللہ بھٹکلی کی چار کتابیں، برادرم شجاع الدین کی کتاب اور برادرم ارشاد افریقہ ندوی کی دعاؤں سے متعلق کتاب کے علاوہ شاعر بھٹکل جناب محمد حسین فطرت بھٹکلی کی کتاب مضامین فطرت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اجلاس کے بعد

جس مقصد کے لیے سفر کیا گیا ہو وہ پورا ہو جائے تو اسلامی تہذیب وآداب میں یہ ہے کہ رخت سفر باندھ لیا جائے، کچھ ارکان تو عاملہ کے جلسہ کے بعد ہی روانہ ہو گئے تھے، اور اجلاس کے بعد تو ایک ایک کر کے ۲۴ گھنٹوں کے اندر سبھی روانہ ہو گئے، بعض مصلحتوں وضرورتوں کے پیش نظر حضرت مولانا کا قافلہ مزید ایک دو دن رُک گیا تھا کیوں کہ حضرت مولانا کو بعض اہم ملاقاتیں کرنی تھیں، تعزیتوں میں جانا تھا، اور جامعہ اسلامیہ کی شوریٰ سے خطاب کرنا تھا وہ یہاں سے دس فروری کو روانہ ہوئے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی میں

اہل بھٹکل کا ایک بڑا کارنامہ ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی کا قیام بھی ہے، جس کے ذریعہ بڑے پیمانہ پر دعوتی کام خصوصاً تعارف اسلام کا کام انجام دیا جارہا ہے، جس کے لیے نت نئی تدبیریں اور طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، مقابلے کرائے جاتے ہیں، امتحانات کا سلسلہ اختیار کر کے انعامات رکھے جاتے ہیں، چنانچہ بڑے جوش وجذبہ سے ہندو، سکھ عیسائی سبھی حصہ لیتے ہیں، اور اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، یہ سوچ وذہن مولانا الیاس صاحب بھٹکلی کا ہے، انہیں مرحوم الحاج عبدالغنی محتشم صاحب کی بڑی سرپرستی ملی ان کا خلاء بہت محسوس کیا گیا، عبدالحمید دامودی صاحب خصوصی معاونین میں ہیں انہوں نے از خود راقم کو اکیڈمی دکھائی۔

اکیڈمی میں ایک روز عصر بعد مہمانوں کے لیے خصوصی پروگرام بھی رکھا گیا، جس میں مہمانوں نے پہلے تو اکیڈمی کا معائنہ کیا، اور مختصر مدت میں اس کے عظیم کام کا مشاہدہ کر کے سبھی حیران ہوئے، جب تاثرات بیان کرنے کی باری آئی تو مولانا عمید الزماں کیرانوی قاسمی نے پوری صاف گوئی سے کہا کہ جس ہستی کے نام یہ ادارہ منسوب ہے میں ان کا بلاواسطہ شاگرد نہ سہی بالواسطہ شاگرد اور خوشہ چیں ضرور ہوں کہ دارالعلوم دیوبند کے زمانہ طالب علمی سے ہی میں ان کا فریفتہ تھا اور ان کی کتابوں کا دلدادہ تھا، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد ندوی نے اکیڈمی کی دعوتی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس کو ندوۃ العلماء کا فیض قرار دیا، اور یہاں والوں کی ندوہ اور اس کے اکابرین سے گہری وابستگی کو بڑا سبب بتایا، جناب موسیٰ رضا صاحب نے اکیڈمی کے روح رواں مولانا الیاس بھٹکلی کی خدمات کو خصوصیت سے سراہا، یوسف حاتم مچھالہ ایڈوکیٹ (سپریم کورٹ) مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ اور حضرت مولانا مدظلہ نے بھی خطاب کیا، مولانا الیاس بھٹکلی نے جامعہ کا تعارف پیش کیا، اور اس پلان کا ذکر کیا کہ اکیڈمی کے دائرہ کو وسیع تر کر کے اوپن یونیورسٹی کا مقام دلانا ہے، اس لیے میں موسیٰ رضا صاحب اور سید حامد صاحب، کے رحمٰن خاں ڈپٹی چیئرمین راجیہ سبھا کے خصوصی تعاون کا ذکر کیا، مولانا مقبول ندوی استاد جامعہ اسلامیہ نے جلسہ کی نظامت کی۔

اوپن یونیورسٹی

مولانا ابوالحسن علی ندوی اوپن یونیورسٹی اہل بھٹکل کا ایک دیرینہ خواب ہے، جس کے شرمندۂ تعبیر ہونے کا وقت آپڑا، مولانا الیاس کے عزم وحوصلہ کی

داد دینی ہوگی، کہ وہ جس کام کا تہیہ کر لیتے ہیں اس کو انجام تک پہونچانے کے سارے وسائل بھی اختیار کرتے ہیں، اللہ کی طرف سے انہیں یہ غیر معمولی لیاقت وصلاحیت عطا ہوئی ہے، ۱۰ر فروری ۲۰۰۹ء کو اکیڈمی کے قریب بلکہ متصل ایک قطعۂ آراضی میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اس پلان کی کامیابی کے لیے دعا کرائی حضرت مولانا نے بڑے انشراح وبشاشت سے اس منصوبہ کی تکمیل کے آثار ظاہر فرمائے، سبھی حاضرین پر ایک خاص کیفیت طاری تھی کہ اللہ اس جگہ سے ایک دوسرا بڑا کام لینے جارہا ہے۔ اللھم زد فزد۔

☆☆☆☆☆

جلسہ پیام انسانیت (اداری، ضلع رائے بریلی)

زیر اہتمام: اصلاح عام ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی، رائے بریلی

ایک عظیم الشان جلسہ پیام انسانیت اداری رائے بریلی میں چار مارچ بروز بدھ منعقد ہوا، جس میں اطراف واکناف کے لوگ بہت بڑی تعداد میں جمع ہوئے جہاں مسلمانوں نے دلچسپی کا مظاہرہ کیا، وہیں برادران وطن کی مختلف قوموں وبرادریوں کے لوگوں نے حصہ لیا۔

پیام انسانیت تحریک حضرت مولانا سید ابوالحسن کی فکر کی آئینہ دار ہے، ہندوستان کے خون آشام حالات سے متاثر ہوکر انہوں نے اس تحریک کی بنیاد ڈالی تھی، آج کے حالات میں جب کہ دنیا میں سیاسی اور اقتصادی مقاصد اور مفادات کو سامنے رکھ کر استعماری طاقتیں انسانوں کو بانٹنے کا کام کررہی ہیں، یہ تحریک انسانوں کو جوڑنے کی دعوت دے رہی ہے، کھچا کھچ بھرے پنڈال میں مقررین نے کہا کہ آج سب سے اہم کام انسان سازی ہے اور انسانوں کو جوڑنا ہے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنے صدارتی کلمات میں کہا کہ ایک دوسرے کے مفاد کا خیال رکھنے میں اپنے مفادات کا راز پوشیدہ ہے ایک کشتی کے بعض سوار کو پریشان کیا جائے، اور وہ پریشان ہوکر کشتی میں سوراخ کردیتا ہے تو کشتی ڈوبے گی تو سبھی سواروں کو لے کر ڈوبے گی، اس لیے ایک ملک کے بعض باشندے تکلیف میں ہوں گے تو پھر ملک کے باقی باشندے چین اور سکون سے نہیں رہ پائیں گے اور ملک ترقی نہیں کرسکے گا، ملک کا ایک باشندہ بھی روزگار سے محروم ہوگا تو اس کا بوجھ دوسروں پر پڑے گا، کوئی بھی تعلیم سے محروم ہوگا، تو اس کا نقصان ملک کو پہونچے گا، سماج سب سے مل کر بنتا ہے ایک امیر شخص اچھا لباس پہنتا ہے لیکن لباس اس تک پہونچنے میں امیر وغریب سبھی کا حصہ ہوتا ہے، کوئی سوت کاتتا ہے کوئی کپڑا بنتا ہے، کوئی بازار میں لاتا ہے تو کوئی دوکان سے نکالتا ہے اور پھر کوئی سیتا ہے اتنے لوگوں کا حصہ ہوتا ہے، انسان اکیلے چل ہی نہیں سکتا، ایک انسان دوسرے انسان سے جوڑ دیا گیا ہے، اس لیے ایک انسان کو دوسرے انسان کا خیال رکھنا ضروری ہے اور رحم دلی کو اختیار کرنا اللہ کی رحمت کو متوجہ کرنا ہے، حدیث میں صاف طور پر فرمادیا گیا: "الراحمون یرحمھم الرحمن تبارك وتعالیٰ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" رحم کرنے والوں پر اللہ رحمٰن الرحیم رحم فرماتا ہے، تم رحم کرو اہل زمیں پر عرش بریں سے تم پر رحم کیا جائے گا۔

سوامی لکشمی جی شنکر اچاریہ کانپور نے کہا کہ "حقیقی دھرم وہ ہے جو اختیار کرنے کے لائق ہو اور اختیار کرنے کے لائق وہی چیز ہے جو سچ ہو اور جس میں پوری انسانیت کی بھلائی ہو اور یہ پیغام صرف اسلام کے اندر موجود ہے، انہوں نے مزید کہا کہ ہر مسلمان پیام انسانیت سے جڑا ہے اور آج ضرورت ہے حقیقی اسلام کو سمجھنے کی"۔

پروفیسر انیس چشتی پونہ (سکریٹری تحریک پیام انسانیت) نے کہا کہ "اس وقت پوری دنیا کو انسانیت کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر سکون وامن ممکن نہیں ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی کے دھرم، کلچر اور زبان کو برا نہ کہا جائے اور لوگوں کے دکھوں کو اپنانے کی کوشش کی جائے، یہی انسانیت ہے جس کی آج پوری دنیا پیاسی ہے"۔

ان سے پہلے جلسہ کے کنوینر مولانا اسداللہ ندوی نے پیام انسانیت کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آج ہمارا ملک آپسی انتشار کا شکار ہے، ذات پات اور مذہب ونسل کے نام پر جو بگاڑ پھیلا ہوا ہے اس کو روکنے کے لیے مؤثر طریقہ یہی پیام انسانیت ہے۔

پروفیسر مسعود الحسن عثمانی (سکریٹری دینی تعلیمی کونسل) نے کہا کہ اس ملک کے مسائل ہمارے اپنے ہیں اور اسے ہم مل کر حل کریں، یہ ملک ہم سب کا ہے، اگر یہ ملک باقی ہے تو ہم سب باقی ہیں اسے مذہب کے نام پر برباد نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا خالد ندوی غازی پوری (استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء) نے کہا کہ آج ہمارا ملک ہر میدان میں ترقی کررہا ہے، تو ضرورت ہے کہ انسانیت میں بھی ترقی ہو، ورنہ یہ ملک بکھر جائے گا، مولانا نے کہا کہ ہم انسانیت کو بھول چکے ہیں جو اپنی زندگی صحیح راستہ پر چلائے اور آپس میں مل جل کر رہے وہی انسان کہلانے کے لائق ہے۔

اس موقع پر مختلف مذاہب کے لوگ اور دانشوروں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی، مولانا عبداللہ حسنی ندوی نے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ کے اندر انسانیت ہے تو آپ باقی ہیں ورنہ حیوانوں کی طرح ختم ہوجائیں گے، انہوں نے مزید کہا کہ مسلمان اور انسان ایک سکہ کے دو رخ ہیں۔ جلسہ کی ایک خصوصیت یہ بھی رہی کہ اس میں مشہور اسلامی اسکالر اور محقق ومحدث مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی اعظمی نے بھی شرکت کی جو کہ متحدہ عرب امارات سے چند روز قبل اپنے وطن اعظم گڑھ آئے ہوئے تھے، انہوں نے حدیث پاک کے ذخیرہ سے انسانی محبت وتعاون کے اہم واقعات سنائے اور جلسہ منعقد کرنے والوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے دنیا کے سرایسمگی کے کاموں کو دور کرنے کے لیے بڑا قدم بتایا۔

جلسہ تین گھنٹہ چلا جس میں مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری اور سکھ نمائندے گیانی روندر سنگھ نے بھی خطاب کیا، رائے بریلی کی بھی سرکردہ شخصیات نے شرکت کی ان میں ڈاکٹر مسلم صاحب، سیٹھ محمد سلیم صاحب، محمد نعیم صاحب، مولانا احمد علی حسنی ڈائرکٹر دارعرفات، مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی وغیرہ۔ ☆☆☆

رپورٹ

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں سہ روزہ فقہی تربیتی پروگرام

● ..... محمد جاوید اختر ندوی

زندگی کے تمام مسائل میں مسلمانوں کی دینی رہنمائی اور ہر زمانہ میں پیش آنے والے جدید مسائل ومشکلات کا حل پیش کرنا علماء کی ذمہ داری ہے، موجودہ دور میں ملک کے بدلتے حالات، معاشی انقلاب اور وسائل وذرائع کی غیر معمولی ترقیات کی وجہ سے علماء کی یہ ذمہ داری مزید دوچند ہوگئی ہے، اس تناظر میں ملت کی رہنمائی اور جدید مسائل میں شرعی نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے جہاں ایک طرف شرعی علوم میں کمال اور بطور خاص قرآن وسنت اور فقہ کے اہم مصادر سے واقفیت کی ضرورت ہے، وہیں حالات پر گہری نظر، جدید سیاسی ومعاشی رجحانات اور نت نئے مسائل کی بنیادوں کو جاننا اور پھر قرآن وسنت کے نصوص سے اس کی تطبیق کی صلاحیت بھی ضروری ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا فقہی شعبہ المعہد العالی للقضاء والافتاء اس سلسلہ میں ہمیشہ سرگرم رہا ہے، اس کے زیر اہتمام ایسے علمی وفکری اور تربیتی پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں جن سے علماء اور فضلاء مدارس کی رہنمائی ہوتا کہ وہ جدید مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں دینی بصیرت اور شرعی مصالح ومقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے پیش کرسکیں، گذشتہ سے پیوستہ سال اسی شعبہ کی طرف سے "تربیت افتاء وتدریس فقہ" کے عنوان سے سہ روزہ پروگرام منعقد ہوا تھا، اس سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے سال رواں بھی ۲۴، ۲۵، ۲۶ مارچ ۲۰۰۹ء کو سہ روزہ فقہی تربیتی پروگرام "فقہ اسلامی اور دور حاضر کے تقاضے" کے عنوان سے منعقد ہوا۔

افتتاحی نشست:

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مولانا معین اللہ ندوی ہال میں اس سہ روزہ فقہی تربیتی پروگرام کی افتتاحی نشست ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی صدارت میں منعقد ہوئی، حضرت مولانا نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہیں، تعلیم اور دیگر مسائل میں ہمیں خود کفیل ہونا چاہئے، اتنی محنت کرنی چاہئے کہ اپنے مسائل خود حل کرسکیں، مولانا نے مزید کہا کہ علماء کو اسلام کے ابتدائی دور اور عرب کی جغرافیائی حالت کو بھی سمجھنا چاہئے، اس کے بغیر دین کا صحیح فہم نہیں آسکتا۔ صدر جلسہ نے علماء کو عمیق مطالعہ، غیر جانبدارانہ فکر، حد درجہ تقوی واحتیاط، علمی رسوخ وتفقہ کے ساتھ ملت کے تئیں فکر وہمدردی پر زور دیا اور فرمایا کہ مختلف علاقوں اور حالات کے فرق سے مسائل واحکام شریعت میں بھی فرق ہوتا ہے، مراکش، سمرقند وبخارا اور تاشقند کے وہ حالات نہیں ہیں جو ہندوستان کے ہیں، اس لئے ایک بیدار مغز مفتی وفقیہ کی نظر زمانہ کے تغیرات اور مصالح ومقاصد شریعت دونوں پر ہونی چاہئے۔

المعہد العالی کے سکریٹری مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داران نے فقہ وافتاء سے متعلق علماء وفضلاء کی تربیت کا بڑا لائق تحسین قدم اٹھایا ہے، یہ کام دیر آید درست آید کے مصداق ہے، انہوں نے کہا کہ افتاء کا کام بڑا نازک اور حساس ہے، اس کے لئے علمی بصیرت، قرآن وسنت پر گہری نظر، عربی زبان سے براہ راست واقفیت اور تقوی واحتیاط کی ضرورت ہے، ان اوصاف کے بغیر فتوی نویسی کا کام صحیح طریقہ سے انجام نہیں پاسکتا۔ آج سے شروع ہونے والا تربیتی پروگرام اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جدید مسائل کا حل وہی علماء پیش کرسکتے ہیں جو صحیح ذوق، کتاب وسنت، قدیم ماخذ فقہ اور زمانہ کے حالات سے واقفیت کے ساتھ تقوی واحتیاط کے اعلی معیار پر ہوں،

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے افتتاحی خطبہ میں کہا کہ اسلام ہی واحد ایسا دین ہے، جس میں کوئی تنگی نہیں ہے، وہ انسانی مزاج وفطرت کے عین مطابق ہے، فقہاء کا کام صرف دوسروں کو مسائل بتانا نہیں بلکہ پہلے اپنی زندگی کو سیرت نبوی کے آئینہ میں سنوارنا اور متقی وپرہیزگار بننا ہے، تقوی اور خوف الٰہی کے بغیر فتوی کا کام نہیں دیا جاسکتا۔ مولانا محمد قاسم مظفر پوری نے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہر عالم ذمہ دار اور جوابدہ ہے، اتنا علم رکھنا ضروری ہے جس سے دوسروں کی رہنمائی ہوسکے، انہوں نے مزید کہا کہ مفتی کے لئے ہر سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا، بلکہ سوال کے ساتھ اس کا پس منظر، پوچھنے والے کے حالات اور اس کی نیت پر بھی نظر رکھنی چاہئے۔

اس موقع پر المعہد العالی کی طرف سے شائع شدہ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی نئی کتاب "فقہ اسلامی اور عصر جدید" کا رسم اجراء مولانا محمد قاسم مظفر پوری نے کیا، مولانا نے اس کتاب کو فقہ

کے موضوع پر ایک قابل قدر اور رہنما کتاب قرار دیا، جس کے مطالعہ سے ذہن میں وسعت اور فکر میں اعتدال پیدا ہوگا۔

نشست (۱)

محاضرات کی پہلی نشست میں مولانا ڈاکٹر فہیم اختر ندوی لکچرر مولانا آزاد اردو یونیورسٹی حیدرآباد نے ''نئے مسائل کو حل کرنے میں بیسویں صدی کے فقہی رجحانات'' کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کیا، اس نشست کی صدارت کرتے ہوئے مولانا سلمان حسینی ندوی نے کہا کہ جدید مسائل کے نام پر جو نت نئے مسائل پیش کئے جارہے ہیں حقیقت میں وہ نئے مسائل نہیں ہیں بلکہ صرف مسائل کی نئی شکلیں ہیں، علماء کو جدید علوم سے براہ راست واقف ہونا چاہئے اس کے بعد ہی جدید مسائل میں صحیح رائے قائم کرسکیں گے۔

علمی نمائش:

آج عصر کے بعد فقہاء دارالقضاء ودارالافتاء کی جانب سے ایک علمی نمائش پیش کی گئی، جس کا افتتاح حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے کیا، اس نمائش میں بیسویں صدی میں فقہ اسلامی کے ارتقاء کو ان عناوین کے تحت پیش کیا گیا:

۱۔بیسویں صدی کے مشاہیر فقہاء، ان کی کتابیں اور فکری رجحانات، ۲۔جدید مسائل کے حل کے لئے قائم ادارے اور وہاں زیر بحث آنے والے موضوعات، ۳۔فقہ اسلامی کی روشنی میں دفعہ وار قوانین کی ترتیب، ۴۔فقہی موسوعات (انسائیکلوپیڈیا) کی ترتیب، ۵۔بیسویں صدی کے چند نئے موضوعات اور ان سے متعلق کتابیں

نشست (۲)

مغرب بعد مولانا عتیق احمد بستوی نے ''اصول فقہ۔تعارف اور طریقہ تدریس'' اور مولانا محمد ظفر عالم ندوی نے ''افتاء نویسی کے آداب عصر حاضر کے تناظر میں'' کے موضوع پر محاضرات دیئے، صدارت مولانا محمد قاسم مظفر پوری نے کی۔

نشست (۳)

پروگرام کے دوسرے دن مولانا عبیداللہ کوٹی ندوی نے ''فقہ حنفی ومالکی: امتیازات وخصوصیات'' کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے درمیان مسائل میں اختلاف کے باوجود بڑے مخلصانہ روابط تھے، دونوں ایک دوسرے کا حد درجہ احترام کرتے تھے، مولانا خواجہ معین الدین بھٹکلی ندوی نے'' فقہ شافعی وحنبلی: امتیازات وخصوصیات'' کے موضوع پر مقالہ پیش کیا، انہوں نے دونوں ائمہ کے حالات اور ان کے فقہی افکار وخدمات پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے دونوں دبستان فقہ کے امتیازات کو بیان کیا، انہوں نے کہا کہ سارے ائمہ فقہ یکساں احترام کے مستحق ہیں، کسی ایک امام کو ماننے والوں کے لئے قطعا اس کی اجازت نہیں کہ دوسرے مسلک یا دوسرے امام پر طعن وتشنیع کریں۔ مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی نے شرکاء کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہمیں مسلک ومشرب کا خادم نہیں بلکہ اسلام کا خادم ہونا چاہیے، مولانا نے توسع پر زور دیا، اور مسلکی عصبیت سے گریز کی دعوت دی۔اس نشست کی صدارت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی نے کی۔

نشست (۴)

مولانا محمد مستقیم ندوی نے ''اختلاف فقہاء: اسباب وآداب'' کے موضوع پر مقالہ پیش کیا، مولانا نے اپنے مقالہ میں فقہ میں اختلاف کے اسباب کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ فقہی مسائل میں اختلافات شروع سے رہے ہیں، مگر یہ کبھی امت کے درمیان تفرقہ وانتشار کا سبب نہیں بنے، انہوں نے مزید کہا کہ اسلام میں اظہار رائے کی پوری آزادی ہے مگر اس کے کچھ حدود ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

مولانا سلمان حسینی ندوی نے ''مسالک کے درمیان جمع وتطبیق: حضرت شاہ ولی اللہ کی آراء کی روشنی میں'' کے موضوع پر محاضرہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ''فقہی اختلافات امت کے لئے رحمت ہیں، چاروں ائمہ کے مذاہب عقل اور نقل کے اعتبار سے بالکل درست ہیں، کسی امام یا ان کے مسلک کو برا کہنا، کتاب وسنت کی خلاف ورزی ہے، چاروں مذاہب کتاب وسنت ہی سے ماخوذ ہیں، سارے ائمہ فقہ مسائل کے استخراج واستنباط میں غیر جانبدار ہیں''، مولانا نے مسلمانوں کے درمیان اتحاد واتفاق، تمام ائمہ کے احترام، امت کی شیرازہ بندی پر زور دیتے ہوئے کہا کہ حضرت شاہ ولی اللہ ہندوستان میں علوم اسلامیہ کے مجدد تھے، دارالعلوم ندوۃ العلماء ان کے افکار وعلوم کا جانشین وعلمبردار ہے اور ہم فکر ولی اللہی کے امین ہیں۔اس نشست کی صدارت مولانا محبوب الرحمٰن ازہری نے کی۔

نشست (۵)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی نے ''فتاوی نویسی کے اصول وآداب۔ہندوستان کے تناظر میں'' کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش کیا، مولانا نے فتوی نویسی کے آداب سے متعلق اپنے طویل تجربات کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ مفتیوں کو سوالات کے مقاصد، ان کی نوعیت اور سائل کے مقصد کو بھی سامنے رکھنا چاہئے۔مفتی صاحب نے اس بات کی وضاحت کی کہ اگر استفتاء کا تعلق معائنہ سے ہے تو اس کا جواب معائنہ یا مقامی علماء سے رجوع کے بعد دیا جائے، اسی طرح جدید مسائل میں احتیاط سے فتوی دیا جائے۔

معروف قانون داں جناب ظفریاب جیلانی نے ''ہندوستان میں تحفظ شریعت کی کوشش دستور ہند کی روشنی میں'' اور ہندوستان کی عدالتوں میں شریعت کے نفاذ'' سے متعلق تفصیلی محاضرہ پیش کیا، انہوں نے

کہا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے عائلی قوانین مکمل محفوظ ہیں، دستور ہند میں اس کی وضاحت ہے کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب پر عمل کی پوری آزادی ہوگی، پارلیامنٹ یا کسی عدلیہ کو اس میں مداخلت کی اجازت نہیں ہے، انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ہم مسلمانوں کو اس طرف راغب کریں کہ وہ دارالقضاء ہی سے اپنے معاملات ونزاعات حل کرائیں، یہاں صحیح فیصلہ کم وقت اور بہت کم خرچ میں ہوتا ہے، مولانا عتیق احمد بستوی نے دونوں موضوعات کا تعارف کراتے ہوئے کہا علماء اور دارالقضاء ودارالافتاء سے متعلق افراد کے لئے ضروری ہے کہ وہ دستور ہند سے واقف ہوں۔یہ نشست مفتی محمد ظہور ندوی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔

نشست (۶)

پروگرام کے تیسرے اور آخری دن مولانا محمد قاسم مظفر پوری نے 'افتاء کے آداب عصر حاضر کے تناظر میں' کے عنوان پر محاضرہ دیا، مولانا نے فتاوی نویسی کا تعارف اور اس کی نزاکت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ مفتی کو بہت ہی بیدار مغز، غیر جانبدار اور وسیع المطالعہ ہونا چاہئے۔استفتاء کا باریک بینی سے تمام پہلوؤں پر نظر کرنا، سائل کی نیت، اس کے مقصد کو سامنے رکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر جدید اور نازک مسئلہ ہے تو شورائی اجتہاد کی طرح ایک فتوی کمیٹی اس کا جواب دے۔

دوسرا محاضرہ مفتی راشد حسین ندوی نے 'نیٹ ورک مارکیٹنگ کی شرعی حیثیت' پر بڑے مدللانہ انداز میں دیا۔انہوں نے نیٹ ورک مارکیٹنگ کی تاریخ، تعارف، ہندوستان کی کمپنیوں کا نام لیتے ہوئے جدید وقدیم فقہاء کی عبارتوں کے حوالہ سے اور قرآن وسنت کی روشنی میں اس کے احکام بھی واضح کیے۔'مختلف سرکاری ونیم سرکاری اداروں سے فائنانسنگ کی شرعی حیثیت' پر تیسرا محاضرہ مفتی محمد زید مظاہری ندوی کا ہوا۔مولانا نے موجودہ دور میں رائج مالیاتی کمپنیاں، اداروں، تنظیمیں اور سوسائٹیوں سے لین دین پر تفصیلی روشنی ڈالی اور ان کمپنیوں کے سودی کاروبار کا شرعی حکم بھی بتایا۔اس نشست کی صدارت مولانا عتیق احمد بستوی نے کی۔

اختتامی نشست

اس سہ روزہ فقہی تربیتی پروگرام کی اختتامی نشست ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوئی، مولانا عبداللہ حسنی ندوی نے 'موجودہ حالات اور علماء کی ذمہ داریاں' کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علماء کو توحید کو عام کرنے، اسلاف کو نمونہ بنانے، علم کو ذریعہ معاش نہ بنانے کی سخت ضرورت ہے۔ ہمارے وجود سے معاشرہ پر کوئی اثر نہیں پڑرہا ہے۔ ہمیں اپنے حالات درست کرنے، جہالت کو ختم کرنے اور دوہری محنت کرنی چاہئے۔ مولانا نے دارالعلوم کے ملحقہ مدارس سے آئے علماء کو اپنے علاقوں میں کام کرنے اور دین کی خدمت انجام دینے کے سلسلہ میں قیمتی مشورے بھی دیے۔

مولانا محمد قاسم مظفر پوری نے بھی اس موقع پر علماء وطلباء کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سب سے بڑا امر بالمعروف اللہ کی معرفت اور ایمان باللہ ہے، آج دیہاتوں میں بڑی تیزی سے جہالت، اور توحید کے خلاف باتیں عام ہورہی ہیں۔ علماء کا فرض ہے کہ وہ معاشرہ کا ایک رفیق بن کر ان کا اعتماد واعتبار حاصل کریں اور اس کو صحیح راستہ کی طرف لانے کی کوشش کریں۔ اور خود اپنے درمیان اتحاد کو باقی رکھیں۔

صدر جلسہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے بڑی بصیرت افروز اور فکر انگیز خطاب فرمایا، مولانا مدظلہ نے کہا کہ تعلیم وتربیت دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔تعلیم سے اگر تربیت رخصت ہوجائے تو پھر انسان انسان نہیں رہتا بلکہ وہ انسان نما حیوان بن جاتا ہے۔اس کی نظر میں علم، دین اور خوف خدا کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی، بلکہ وہ صرف اپنے معاش کے چکر میں لگا رہتا ہے اور جو قوم اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کو بھول کر دنیاوی عزت ومنصب، مال ودولت کی تگ ودو میں لگ جاتی ہے تو پھر اللہ تعالی اس کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں اور پھر اس کا سخت محاسبہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالی کے یہاں کوئی قرابت اور رشتہ داری نہیں چلتی۔ مولانا نے اسلام کی حقانیت، ابدیت اور ملک وسماج کے تئیں علماء کی ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت علم کی سطح گھٹ گئی ہے۔ توحید کمزور ہورہی ہے، مسلمان کردار کا نہیں صرف نام کا ہو کے رہ گیا ہے، جو تعلیم یافتہ ہیں ان کے اندر عمل اور تبلیغ کا جذبہ نہیں۔ اس لئے دل ودماغ دونوں کو مسلمان ہونا چاہئے۔ مولانا نے کہا کہ ہماری تعلیم کا مقصد اللہ اور رسول کی ہدایات کو سمجھنا اور دوسروں تک ان کو پہنچانا ہے۔ اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو خدا کے یہاں سخت گرفت ہوگی۔

اس پروگرام میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ملحقہ مدارس کے اساتذہ کے علاوہ دارالعلوم کے اساتذہ اور بطور خاص مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی (معتمد تعلیم ندوۃ العلماء) مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی (ناظر عام ندوۃ العلماء) مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا نیاز احمد ندوی، مولانا عبدالعزیز بھٹکلی ندوی اور علیا درجات کے طلبہ شریک رہے، مولانا خالد غازیپوری ندوی، مولانا محمد ظفر عالم ندوی اور مولانا محمد علاء الدین ندوی نے بالترتیب پہلے، دوسرے اور تیسرے دن کی نظامت کی۔

☆☆☆☆☆

سیر و سیاحت

دوسری قسط

دو دن صنعاء میں

فیصل احمد ندوی

تسلسل کے لیے ملاحظہ فرمائیں شمارہ نمبر ۹ (۱۰؍مارچ ۲۰۰۹ء)

.....نہایت حیرت کے ساتھ یہ بات سنی جائے گی کہ شیخ نے حال میں ایڈز کا کامیاب علاج تیار کیا ہے، علاج کی کامیابی کا تجربہ ہو چکا ہے، صرّان برادران نے بتایا کہ ہندوستان کی ایک فیملی اس علاج کے لیے ان دنوں یہاں مقیم ہے، لیکن امریکہ کو کیوں کر گوارہ ہوگا کہ اس کا کریڈٹ شیخ کو ملے، چناں چہ عالمی ادارۂ صحت اس کی تصدیق میں پس و پیش کر رہا ہے، اب یا تو یہ ہوگا کہ احتمالی انداز میں یہ اس کی تصدیق کرے گا، یا اپنی طرف اسے منسوب کرے گا اور عالم انسانیت پر شیخ کے احسان کو بالکل فراموش کر دیا جائے گا۔

شیخ سے وقت لینے کے لیے بھائی ابوذر اور بھائی مصعب نے ان کے سکریٹری کو فون کیا تو پتا چلا کہ شیخ آج مصر سے آئے ہوئے مہمانوں کے ساتھ بہت مشغول ہیں، اس وقت تو ملاقات نہیں ہو سکے گی، ایک گھنٹے کے بعد فون سے معلوم کرنا، گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد فون سے معلوم ہوا کہ شیخ اس وقت مرکز البحوث میں ہیں، وہاں ملاقات ہوگی، چناں چہ ہم لوگ وہاں حاضر ہوئے، موبائل گاڑی پر چھوڑنے کے لیے کہا گیا اور ڈیوٹی پر موجود گارڈ نے تلاشی لے کر اندر جانے کی اجازت دی، شیخ کے چہرہ پر نظر پڑی تو آنکھوں نے ٹھنڈک محسوس کی اور قلب نے سرور پایا، مصافحہ معانقہ ہوا شیخ نے خیریت پوچھی میں نے کہا یمن میں آج ہمارا اترنا اور شیخ کی ملاقات کا موقع ملنا ہمیں ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی خواب ہے "کأنها رویا أراها فی المنام" حقیقت میں میرا یہ خواب تھا جو آج شرمندۂ تعبیر ہو رہا ہے۔

شیخ نے برادران ابوذر اور مصعب سے شکایتاً کہا تم دونوں کہاں ہو، بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی، برادرم ابوذر نے ہماری طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ سے کہا کہ انہوں نے ہی آپ کی کتاب الایمان کا اردو میں ترجمہ کروا کے شائع کیا ہے، وہ اس سے پہلے شیخ سے اس کا تذکرہ اور ہمارا مختصر تعارف کرا چکے تھے، شیخ نے فرمایا تھا کہ ہم ان کو اپنی تمام کتابیں اور سی ڈیاں بھیجیں گے، پھر شیخ نے ترجمے کی غرض سے اپنی کتاب بنیات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ومعجزاتہ روانہ فرمائی تھی، اس موقع پر یاد دہانی سے شیخ نے مسرت کا اظہار کیا۔

شیخ نے باتوں میں پوچھا کیا آپ ہندوستانی صحابی کو جانتے ہیں، میں نے عرض کیا بابا رتن کے بارے میں تو نہیں پوچھ رہے ہیں جن کو ذہبی نے کذاب قرار دیا ہے؟ فرمایا نہیں، بلکہ سربا تک ہندی ملک الہند، حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن حجر نے ۳۳۳ھ میں ان کا انتقال ہونا نقل کیا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے الاصابہ ۲/۴۵۶)

اس پر علمی بحث کی یہاں گنجائش نہیں، لیکن شیخ کا رجحان یہی معلوم ہو رہا تھا کہ یہ صحابی ہیں اور شیخ کے چہرے پر اس سے خوشی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ ہم نے کہا کہ ہندوستان کے بعض راجاؤں کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے شق القمر کے معجزے کا مشاہدہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوئے، کیرالا کے ایک راجا کے بارے میں بھی یہ بات مشہور ہے لیکن قطعی ثبوت نہیں ملتا، شیخ نے موضوع سے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے کہا آپ کے پاس اس سلسلے میں کتابیں ہیں تو ہمیں روانہ کریں، ہم نے کہا کہ فتح المعین کے مصنف شیخ زین الدین ملیباری نے اپنی کتاب تحفۃ المجاہدین فی احوال البرتغالیین میں بھی اس کا ذکر کیا ہے، شیخ نے پوچھا یہ کتاب کہاں ہے، ہم نے کہا یہ کتاب کیرالا سے شائع ہوئی ہے، وہ ہمارے پاس ہندوستان میں موجود ہے، اور اس کا ایک محقق ایڈیشن بیروت سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

شیخ نے علمائے ندوہ اور خاص طور پر استاذ محترم مولانا سید سلمان حسینی ندوی کی خیریت دریافت کی اور ان کے صاحبزادے مولوی یوسف کے بارے میں پوچھا، برادرم یوسف جامعۃ الایمان میں زیر تعلیم تھے، ۱۱؍ستمبر کے حادثے کے بعد جامعہ پر جو آفت آئی تو وہ بھی اس کا شکار ہوئے اور انہیں ہندوستان واپس ہونا پڑا۔ مولانا سلمان صاحب کے شیخ زندانی سے گہرے مراسم ہیں اور شیخ بھی ان کے بڑے قدرداں ہیں، شیخ نے ہندوستان سے بڑے تعلق اور محبت کا اظہار کیا۔

حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الایمان یمان والفقہ یمان والحکمۃ یمانیۃ" (صحیح بخاری، رقم ۴۳۸۸، ۴۳۹۰ و مسلم رقم ۸۲-۸۴)

یعنی ایمان تو یمن کا ہے اور تفقہ یمن کا ہے اور حکمت تو یمن کی چیز ہے، یعنی اہل یمن کو ان چیزوں میں امتیاز خاص حاصل ہے۔

شیخ اس سچے ارشاد نبوی کا عملی مظہر اور زندہ جاوید ثبوت ہیں۔

یمن کے ایک سفر سے واپسی پر میں نے مولانا سلمان صاحب سے شیخ کے بارے میں پوچھا تھا۔ مولانا نے جو فرمایا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ نے تمام اسلامی تحریکات کو جمع کیا ہے، وہ اپنے مجاہدانہ جذبات اور عملی تربیت میں اخوانی ہیں، تزکیہ وسلوک کے لحاظ سے صوفی ہیں، تحریکی اور دعوتی لحاظ سے تبلیغی ہیں، اور عقائدی لحاظ سے سلفی ہیں، بہت وسیع الذہن، اور عصر حاضر کے تقاضوں سے پورے واقف ہیں، شیخ کو دیکھ کر، پڑھ کر اور ان کے جامعہ میں حاضر ہو کر اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

شیخ امریکہ کی بلیک لسٹ میں سرفہرست ہیں اور ان کی زندگی خطرات سے گھری ہوئی ہے۔ یمن کی حکوت امریکہ نواز ہے، مگر اس کے باوجود حکومت ان کو گارڈ فراہم کرنے پر مجبور ہوئی، اس کا قصہ یہ ہے کہ شیخ کو ہلاک کرنے کی کئی دفعہ سازشیں کی گئیں: ایک دفعہ شیخ کی گاڑی میں بم رکھے گئے۔ شیخ جب اتر کر مسجد میں داخل ہوئے تو گاڑی دھماکے سے اڑی اور شیخ اور ان کے رفقاء کو اللہ نے بال بال بچایا۔

اسی طرح ایک مرتبہ شیخ کی گاڑی کے ٹائر کھولے گئے، گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھتے ہی پلٹ گئی، مگر شیخ اور ان کے رفقا کی اللہ نے پوری طرح حفاظت فرمائی، جب اس طرح کے واقعات ہوئے اور شیخ کی زندگی خطرے میں پڑ گئی تو بدوؤں نے جا کر یمن کے صدر کا گریبان پکڑا اور دھمکی دی کہ اگر اس طرح کے واقعات دوبارہ پیش آئے اور شیخ کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو گیا تو تمہاری خیر نہیں۔ اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ شیخ کی حفاظت کے لیے گارڈ فراہم کیے جائیں۔ مجبوری میں حکومت نے گارڈ فراہم کیے، اس لیے اب ہر شخص کو پوری طرح جانچ کر شیخ سے ملنے دیا جاتا ہے۔

اسی طرح جب براہ پاکستان وہ جہاد افغانستان سے واپس ہو رہے تھے جہاز نے جب پرواز کی تو وہ اوپر نیچے ہونے لگا معلوم ہوا کہ اس میں بم رکھا ہوا ہے اور شیخ عبدالمجید زندانی کو اڑانے کے لیے ایسا کیا گیا ہے، مسافرین کی فہرست دیکھی گئی تو اس میں شیخ کا نام نہیں تھا، جب کہ شیخ جہاز پر موجود تھے، اس طرح اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی۔

بہرحال شیخ کی ملاقات سے ہمیں نہایت مسرت حاصل ہوئی اور ہم نے اس پر اللہ کا بہت بہت شکر ادا کیا۔

یمن میں جمہوریت سے پہلے شرعی حکومت تھی اس کے سربراہ کو امام کہا جاتا تھا، آخری امام یحیٰ حمید (م ۱۹۴۸ء) نے پہاڑی پر ایک عجیب وغریب محل تعمیر کیا ہے، یہ ان کی ذاتی رہائش گاہ تھی، اب آثار قدیمہ کے طور پر اس کی زیارت کی جاتی ہے، اس کو بیت الامام کہا جاتا ہے، یہ کئی منزلہ ہے اور عجیب وغریب نوعیت کا ہے، اس میں کئی طرح کے عجائبات ہیں، ایک غار ہے جس پر لکھا ہے کھف لدفن الموتی استخدم قبل المیلاد۔ یعنی قبل مسیح اس میں مُردوں کو دفن کیا جاتا تھا، اندر ہی ایک کھڑکی نما چیز ہے جس "پرتپاک تبرید" لکھا ہوا ہے۔ اس میں ہاتھ ڈالیں تو ایئر کنڈیشن کی طرح ٹھنڈا معلوم ہوتا ہے، ماقبل تاریخ کا ایک مخروطی کنواں ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس محل کی بناوٹ بھی عجیب ہے، باہر سے بھی بہت خوبصورت لگتا ہے۔

اخیر میں باب الیمن گئے، یہ صنعاء کا قدیم ترین اور گنجان آبادی والا علاقہ ہے، یہیں پر مسجد قدیم واقع ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تعمیر ہوئی اسی وجہ سے مسجد قدیم کے نام سے معروف بھی ہے، پرانے تاریخی حصے کو باقی رکھتے ہوئے بعد میں اس میں بہت توسیع کی گئی ہے اور غالباً جامع الصالح سے قطع نظر یہ صنعاء کی سب سے بڑی مسجد بھی ہے، اسی لیے جامع کبیر بھی کہلاتی ہے یہ مسجد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وبر بن یحنس کو اس کا نقشہ دے کر بھیجا تھا کہ صنعاء پہنچنا تو فلاں جگہ فلاں پہاڑ کے پاس مسجد تعمیر کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سمت کی تعیین کی تھی اب شیخ زندانی نے گوگل ارتھ تحقیق کر کے ثابت کیا ہے کہ اس مسجد کا رخ سو فی صد کعبہ کی طرف ہے۔

مسجد میں توسیع عجیب انداز سے ہوئی ہے، سب سے پرانا حصہ زیادہ بڑا نہیں ہے، یہاں ان دنوں مرمت ہو رہی تھی اس لیے اس کو گھیر لیا گیا تھا، پتھروں پر پرانے تحریری نقوش نظر آ رہے تھے، کام جاری رہنے کی وجہ سے قریب جا کر ہم اس کو نہیں دیکھ سکے، بائیں طرف خاصی توسیع کی گئی ہے، یہ توسیع بھی قدیم معلوم ہوتی ہے، اس کی دیواروں میں قدیم تحریریں ہیں، قبلہ کی جانب وسیع صحن ہے اور اس کے آگے پھر مسقف مسجد کا حصہ ہے۔ ہم لوگ جب پہنچے تو عصر کی نماز ختم ہوئے خاصی دیر ہو چکی تھی، لیکن مسجد اس وقت بھی پوری آباد تھی، لوگ قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول تھے۔ مسجد تو قدیم ہے ہی، یہاں جو لوگ نظر آئے ان میں زیادہ تر لوگ بھی قدیم ہی تھے یعنی بڑے بوڑھے جو بڑی بڑی تقطیع کے مصاحف کھولے تلاوت میں مشغول تھے، کچھ لوگ ذرا بلند آواز میں خاص انداز سے پڑھ رہے تھے، معلوم ہوا کہ یہاں تلاوت کا خاص انداز ہے۔ ایک جگہ کچھ نوعمر لڑکے قرآن کریم کی تصحیح کر رہے تھے، اور کسی کسی جگہ ایک دوسرے کو سنا بھی رہے تھے مسجد سے نکلے تو بازار کا بھی چکر لگایا، پتلی پتلی گلیوں میں پرانے انداز کی دکانیں ہیں، جہاں ہر طرح کا سامان مہیا ہے۔

(جاری)

تعارف وتبصرہ

م.ح.ح.

صبح صادق
تابش مہدی
ادبیات عالیہ اکاڈمی
جی ۵/۲۱، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی

نعت، منقبت کے اشعار کا مجموعہ، منقبت میں مناقب صحابہ ہیں، نتیجۂ فکر ڈاکٹر تابش مہدی صاحب کا ہے، ان کے کلام میں جو حسن، موزونیت اور فنکاری پائی جاتی ہے اس میں اپنی دلسوزی میں کہیں ماہر القادری نظر آتے ہیں کہیں حمید صدیقی کا عکس دکھائی پڑتا ہے، مولانا عبداللہ عباس ندوی مرحوم کا اعتراف ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں زائر حرم حمید لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد نعت گوئی کے میدان میں ایک سناٹا چھا گیا تھا، وہ دل سے اٹھی آواز، ترنم میں رگ جاں کا ارتعاش، جذبات کی فراوانی، آنسو کی روانی، پختہ عقیدہ، سچی عقیدت، فدائیت اور محبت کی گہرائی، وہمہ گیری خیال ہوتا تھا کہ یہ سب قدریں اب حمید لکھنوی مرحوم کے ساتھ ختم ہوگئیں، مگر تابش مہدی کا نعتیہ کلام دیکھا اور ان کی زبانی سنا تو یقین آگیا کہ ہر خزاں کے بعد فصل بہار کے موسم کا آنا بھی یقینی ہے، مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی کہتے ہیں کہ: ''میں ڈاکٹر تابش مہدی کی نعتیہ شاعری کو دور حاضر کے نعت گویوں کے لیے ایک سنگ میل سمجھتا ہوں، مولانا سید انظر شاہ کشمیری خلف علامہ انور شاہ کشمیری کہتے ہیں کہ ڈاکٹر تابش مہدی کا نعتیہ مجموعہ ''صبح صادق'' دراصل یہ گل دستے میں قرینے سے سجائے ہوئے کچھ پھول ہیں، بزرگوں اور اہل ذوق ونظر ارباب سخن کا اعتراف اپنی جگہ ان کا اپنا یہ شعر نمونہ کے لیے کافی ہے ۔

نعت نبی لکھنے کے لیے جب لے کے قلم بیٹھے ہیں
لفظوں نے آداب کیا، افکار درخشاں برسے ہیں

سخن وکلام کی قدرت کے لیے ان کا یہ شعر بھی کافی ہے جس میں انہوں نے اپنے مربی ومرشد کو نعت کے بند میں بڑی خوش اسلوبی سے یوں جگہ دی ہے۔

ہیں مثل تاروں کے اصحاب مصطفیٰ سارے
نبی کے بعد نمایاں مقام ہے ان کا
مجھے بھی سیدی رابع سے یوں عقیدت ہے
نبی کے چاہنے والوں میں نام ہے ان کا

صفحات ۱۴۴، قیمت ۱۵۰ روپے۔

☆☆☆

تحفۃ الادب من نوادر الخطب
تالیف: سید جاوید احمد ندوی
موسسۃ الثقافۃ واللغۃ لکھنؤ

صفحات ۲۰۰، قیمت ۹۰ روپے۔

مولانا سید جاوید احمد ندوی ایک صاحب صلاح وصلاحیت وذی استعداد نوجوان عالم دین ہیں طلبہ کی تعلیم وتربیت کا ایک ہنر جانتے ہیں جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ میں وہ طلبہ کی صلاحیتوں کو نکھارنے کا کام عربی اردو تقریر وتحریر، مکالموں، مناقشوں کے ذریعہ انجام دیتے رہے ہیں، اور ان کی ان خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے، ان کے اپنے ادارے کے دائرہ سے نکل کر افادہ کو عمریت دینے کے لیے اس کو کتاب کی صورت دی گئی اس طرح طلبۂ علم دین کے لیے ایک بہترین تحفہ کے طور پر یہ کتاب سامنے ہے، مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی صاحب جو اس جامعہ کے سرپرست ہیں ان کی اور مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء کی تقریظات نے اس کتاب کو مزید زینت بخشی ہے۔

☆☆☆

مولانا سید محمد اجتباء ندوی حیات افکار وخدمات
از: مصور حسین ندوی
ناشر: زہراء ایجوکیشنل چیریٹیبل ٹرسٹ، سری رام نگر، یوسف گوڑا، حیدرآباد

۷۷ صفحات کا یہ خصوصی شمارہ ستر روپے کی قیمت کا ہے گراں قدر اور گراں قیمت خصوصی شمارہ بقامت کہتر بقیمت بہتر کے محاورہ کا بھی مصداق ہے، اہل فکر ودانش اصحاب علم وادب کے چیدہ وچنیدہ مضامین اور ایسی شخصیت سے متعلق جن کی پوری عمر علم وادب کی خدمت سے ہی عبارت رہی، مرتب رسالہ اس رسالہ کے مدیر بھی ہیں جو خبر نامہ کے طور پر جامعۃ الزہراء یوسف گوڑہ حیدرآباد سے شائع ہو رہا ہے، جسکا سالانہ زرتعاون ۱۲۰ روپے ہے اور فی شمارہ ۲۰ روپے، اور پیش نظر شمارہ ۷۰ روپے۔

☆☆☆☆☆

Mob: 9415090544 Shop: 2627446 Res: 2254796
پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
JEWELLERS
All Kinds of Gold, Silver
& Diamond Jewellery
Jutey wali Gali, Aminabad, Lucknow

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے
گہنہ پیلیس
میں آپ کا خیر مقدم ہے
Gehna Palace
Whenever you see Jewellery
Think of us
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد معروف خاں محمد فاروق خاں (چاند)
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S. V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Ph: 23460220-23468708 Tele: Add Cupkettle

Maqbool Mian
Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow.
Mob: 9956069081-9919089014

CAFE FIRDOS
کیفے فردوس
Partly Air Conditioned
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel : 23424781-23459921
145, Sarang Street,Crawford Market, Mumbai-400003

Mohd. Irfan Mob. 9305672501
ARHAM
MEN'S WEAR
Specialist
Sherwani, Jodhpuri Designing Suits
KOREY WALI GALI,NEAR USMANIA MASJID
PATANALA, LUCKNOW

Contact:
Mr. M. Afaq : 9919035087
Mr. M. Imran : 9415757256
Mr. Zeeshan : 9336726156
Phone: (O) 2610948
(R) 2627643
ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coats, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ
menmark
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow. -226001

R. U. Khan
Ph: 09335810078
09415001164
Label World
لیبل ورلڈ
Manufactures quality Woven Labels
ہر طرح کے کمپیوٹرائزڈ ووون لیبل پرنٹیڈ لیبل کمپیوٹرائزڈ امبرائڈری کے لئے
3,Vidhan Sabha Marg, Hazratganj, Lucknow-01(U.P.)India
Ph: +91-522-2623625 E-mail:riyazwise@gmail.com